طلاق

عدل وانصاف پر مبنی اسلام کا ایک مستحکم قانون

مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی الہ آبادی
مفتی دار العلوم دیوبند

اور

طلاق، خلع اور عدت سے متعلق چند اہم اور ضروری مسائل



افادات
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حسب ایماء
نمونۂ سلف حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند

طلاق

عدل وانصاف پر مبنی اِسلام کا ایک مستحکم قانون

مفتی زین الاسلام قاسمی الہ آبادی
(مفتی دارالعلوم دیوبند)

اور

طلاق، خلع اور عدت سے متعلق
چند اہم اور ضروری مسائل

افادات: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حسب ایماء

نمونۂ اسلاف حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی
(مہتمم دارالعلوم دیوبند)

شائع کردہ
مکتبہ دارالعلوم دیوبند

تفصیل

نام رسالہ حصہ اول	:	طلاق: عدل وانصاف پر مبنی اسلام کا ایک مستحکم قانون
نام مصنف	:	حضرت مولانا مفتی زین الاسلام قاسمی الہ آبادی (مفتی دارالعلوم دیوبند)
نام رسالہ حصہ ثانی	:	طلاق، خلع اور عدت سے متعلق چند اہم اور ضروری مسائل
افادات	:	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
تعداد	:	
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ دارالعلوم دیوبند

﴿حصہ اول﴾

طلاق

عدل وانصاف پر مبنی اِسلام کا ایک مستحکم قانون

از

حضرت مولانا مفتی زین الاسلام قاسمی الہ آبادی
مفتی دارالعلوم/دیوبند

فہرست حصہ اول

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی

مہتمم دارالعلوم/دیوبند

بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد: اِس وقت طلاق سے متعلق فکری اور عملی دونوں سطح پر معاشرے میں قسم قسم کی غلط فہمیاں پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے اور اسلام کے عادلانہ نظامِ طلاق کو عورت پر ظلم کی حیثیت سے پیش کیا جارہاہے، جو یقیناً خلاف واقعہ ہے۔

طلاق اِسلام کا عدل وانصاف پر مبنی ایک مستحکم قانون ہے، انسان کی دنیوی زندگی پر اس کے مثبت اور گہرے نتائج واثرات مرتب ہوتے ہیں، اگر اس قانون کو شریعتِ اسلامی کی تعلیمات وہدایات کا پابند بن کر برتا جائے، تو یقیناً یہ قانون رحمت ہی رحمت ہے، دوسری طرف ہمارے مسلم معاشرے میں طلاق کے اہم اور ضروری مسائل سے ناواقفیت پائی جارہی ہے، عوام الناس ہوں، یا خواص کا طبقہ، دونوں کو طلاق جیسے اہم اسلامی قانون کے ضروری مسائل کا بھی علم نہیں ہے، ایک بڑا طبقہ یہ سمجھے ہوئے ہے کہ شریعت اسلامی میں رشتہ نکاح صرف تین طلاق ہی سے ختم ہوتا ہے، حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔

ادھر چند مہینوں سے سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ عام فہم انداز میں ایک ایسا رسالہ

مرتب کر دیا جائے، جس میں مذکورہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر بحث کی گئی ہو، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے دارالعلوم/دیوبند کے مفتی جناب مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی الہ آبادی کو کہ موصوف نے اس ضرورت کا بروقت ادراک کر کے یہ قیمتی رسالہ آسان زبان میں مرتب کر دیا، رسالہ کا پہلا حصہ اسلام کے نظامِ طلاق کی بنیادی اور ضروری باتوں پر مشتمل ہے، جب کہ دوسرا حصہ طلاق، خلع اور عدت وغیرہ کے ضروری مسائل پر مشتمل ہے، مفتی صاحب نے احتیاط برتتے ہوئے ضروری مسائل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات پر مشتمل "تسہیل بہشتی زیور" سے اخذ کیے ہیں۔

یہ رسالہ دارالعلوم/دیوبند کے موقر اراکین مجلس شوری کی اجازت کے بعد مکتبہ دارالعلوم سے طبع ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو نافع بنائے اور اس کے فائدے کو عام وتام فرمائے، آمین۔

ابوالقاسم نعمانی

مہتمم دارالعلوم/دیوبند

۳۸/۲/۲۰ھ

حرف اولیں

حضرت مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی الہ آبادی
مفتی دارالعلوم ،دیوبند

بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے: ’’ فَجَعَلَهُ نَسَباً وَّصِهْراً‘‘، یعنی: اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے رشتے عطا فرما کر بندوں پر احسان فرمایا ہے، ایک نسبی رشتہ، مثلاً: ماں، باپ، بھائی بہن، خالہ، ماموں، چچا، پھوپی وغیرہ اور دوسرا سسرالی رشتہ، یعنی: شوہر، بیوی، ساس، سسر وغیرہ کا رشتہ، پہلا رشتہ اللہ کی طرف سے طے شدہ ہے، اس میں بندوں کے اختیار کا کوئی دخل نہیں ہے، نہ وہ اپنی مرضی سے اس رشتہ کو قائم کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں؛ البتہ دوسرے رشتہ کو جوڑنے، قائم کرنے اور ختم کرنے کا اختیار انسان کو دیا گیا ہے کہ محرمات کے علاوہ جہاں چاہے سسرالی رشتہ کو قائم کر لے اور رشتہ کو قائم کرنے کے بعد اگر حالات ناموافق ہو جائیں اور شوہر بیوی کے لیے ایک دوسرے کے شرعی حقوق اداء کرنا مشکل ہو جائے اور اصلاح کی ساری کوشش ناکام ہو جائے، تو شرعی تعلیمات کا پابند بن کر میاں بیوی اس رشتہ کو ختم بھی کر سکتے ہیں، شوہر طلاق کے ذریعہ اور بیوی شوہر کی رضامندی سے خلع لے کر۔

گویا طلاق ازدواجی رشتہ کو بوقت ضرورت ختم کرنے کا نام ہے، یہ اسلام کا ایک عادلانہ نظام ہے، جو بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کا جامع ہے؛ لیکن افسوس کہ بعض لوگ اسلام کے اس

قانون کو غلط طریقہ پر پیش کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں، وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ طلاق کا قانون عورت کے حق میں غیر مفید؛ بلکہ نعوذ باللہ اُس کے حقوق کو پامال کرنے والا ہے، نیز ہمارے بہت سے مسلمان بھائی بھی اس قانون کی ضروری تفصیلات سے ناواقف؛ بلکہ بہت سے مسائل کے حوالہ سے غلط فہمی کا شکار ہیں، اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اسلام کے قانون طلاق کی حقیقت، حکمت اور طلاق کا تدریجی اور احتیاط پر مبنی طریقہ کار آسان زبان میں پیش کر دیا جائے، نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات پر مشتمل ’’تسہیل بہشتی زیور‘‘ میں سے طلاق، خلع اور عدت کے ضروری مسائل بھی مرتب کر دیے جائیں۔

پیش نظر رسالہ میں اسی ضرورت کی تکمیل کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس کاوش کو قبول فرما کر لوگوں کے لیے نافع بنائے اور اسلام کے قانون طلاق کو صحیح سمجھنے میں اس کو معاون بنائے۔

فقط
خاک پائے درویشاں
زین الاسلام قاسمی الہ آبادی
مفتی دارالعلوم ،دیوبند
۲۰/۲/۳۸ھ

اسلام کی نظر میں:

''نکاح'' ایک پائدار معاہدہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ نکاحِ شرعی انسانیت کی بقا اور صحیح نظامِ زندگی کے لیے ایک عظیم نعمت ہے، اس کے ذریعہ جہاں ایک طرف انسان کی فطری ضرورت کی تکمیل ہوتی ہے اور دنیا میں توالد و تناسل کا طبعی اور پاکیزہ نظام قائم ہوتا ہے، وہیں دوسری طرف یہ بجائے خود ایک عبادت اور تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترکہ سنت ہے۔

شریعتِ اِسلام نے اِس عبادت سے متعلق جو تعلیمات اور ہدایات دی ہیں، اُن کی رو سے ایک مرد پر عورت کے لیے حقِ مہر، نان ونفقہ اور دیگر ضروریات کا خیال رکھنا، نیز حسنِ معاشرت ضروری ہے، جب کہ عورت کی طرف سے عفت و پاکدامنی، نیک چلنی اور شوہر کی اطاعت و فرماں برداری شرط قرار دی گئی ہے، اس لیے کہ اِسلام کی نظر میں نکاح کوئی وقتی اور محدود معاہدے کا نام نہیں ہے؛ بلکہ یہ ایک ایسا مضبوط شرعی عہد اور بندھن ہے، جس کا ہمیشہ باقی رکھنا مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

لہٰذا جو چیز بھی اس معاہدے کے دوام اور بقا میں رکاوٹ بن سکتی ہے، شریعت نے اُس پر متنبہ کر کے میاں بیوں کو خاص احکامات دیے ہیں، چنانچہ دونوں کو ایک دوسرے کے شرعی حقوق اداء کرنے کی سخت تاکید کی ہے، مردوں کو مخاطب بنا کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وَعَاشِرُوهُنَّ بِالمَعرُوف، فَإن كَرِهتُمُوهُنَّ، فَعَسىٰ أن تكرَهُوا شيئاً، وَهُو خَيرٌ لَكُم.** (نساء، رکوع: ١٣) ترجمہ: ''اُن عورتوں کے ساتھ اچھی گذر بسر کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں، تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور خدا اُس کے اندر کوئی بڑا فائدہ رکھ دے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **استَوصُوا بالنِّسَاءِ خَيراً، فإنَّهُنَّ خُلِقنَ مِن ضلع،**

وإن أعوجَ شَيءٍ في الضّلعِ أعلاه، فإن ذَهَبتَ تُقِيمُه، كسرتَه، وإن تركتَه، لم يزل أعوج، فاستوصُوا بالنِّساء. (متفق علیہ) ''عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو، اس لیے کہ اُن کی پیدائش مرد کی پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی میں اوپر کا حصہ سب سے زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے اور اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو، تو ٹوٹ جائے گی اور اگر چھوڑ دوگے، تو ٹیڑھی ہی رہ جائے گی، اس لیے عورتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ''۔

مذکورہ آیت و حدیث میں مردوں پر عورتوں کے حقوق، اُن کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کا تاکیدی حکم واضح ہے۔

دوسری طرف عورتوں کو بھی مردوں کے حقوق اداء کرنے، خاص طور پر شوہر کی اطاعت و فرماں برداری اور عفت و پاکدامنی کے بارے میں سخت تاکیدات کی گئی ہیں اور جو عورت ان صفات کے ساتھ متصف ہو، اُس کے فضائل بھی بیان کیے گئے ہیں، مثلاً: ایک حدیث میں ہے:

''مومن بندہ خدا کے ڈر اور پرہیزگاری کے بعد جو سب سے بہتر چیز حاصل کرتا ہے، وہ نیک خصلت بیوی ہے کہ اگر وہ اسے حکم دیتا ہے، تو مانتی اور فرماں برداری کرتی ہے، اُس کو دیکھتا ہے، تو اسے خوشی اور مسرت ہوتی ہے، اگر اُس پر کوئی قسم کھاتا ہے، تو اسے پورا کرتی ہے اور اگر شوہر کہیں چلا جاتا ہے، تو اُس کے غائبانہ میں اپنی جان، عزت اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہے'' (مشکاۃ)

طلاق سے متعلق شریعت کی اصل منشاء

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ نکاح ایک شرعی پائدار معاہدہ ہے؛ لہٰذا سخت ضرورت کے بغیر اُس کو ختم کرنا یا ختم کرنے کا مطالبہ کرنا اسلام میں ناجائز وممنوع اور نکاح کے بنیادی مقصد اور اسلامی منشأ کے خلاف ہے، اسی معاہدے کو ختم کرنے کا نام دوسرے لفظوں میں ''طلاق'' ہے۔ احادیث میں بلاضرورت اس کا اقدام کرنے پر پسندیدگی ظاہر کی گئی، ایک حدیث میں ہے:

''اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے''

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس حدیث کے ضمن میں فرمایا:

''مطلب یہ ہے کہ طلاق ضرورت کے تحت جائز رکھی گئی ہے، بغیر ضرورت طلاق دینا بہت بری بات ہے، اس لیے کہ نکاح تو آپس میں الفت ومحبت اور میاں بیوی کی راحت کے لیے ہوتا ہے اور طلاق سے ان نیک مقاصد کا راستہ بند ہوجاتا ہے اور اللہ تعالی کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے، دونوں کو پریشانی ہوتی ہے، آپس میں دشمنی ہوتی ہے، نیز اس کی وجہ سے بیوی کے رشتہ داروں سے بھی دشمنی پیدا ہوجاتی ہے، جہاں تک ہوسکے ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے، میاں بیوی کو ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے اور پیار محبت سے رہنا چاہیے'' (بہشتی زیور)

ایک روایت میں ہے:

''أيما امرأة سألت زوجها طلاقاً في غير ما بأس، فحرام عليها رائحة الجنة''. (أبو داؤد)

''جو عورت سخت مجبوری کے بغیر خود طلاق طلب کرے، اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے''

اسی طرح ایک لمبی حدیث میں ارشاد ہے:

''شیطان اپنے تخت کو پانی پر بچھاتا ہے، پھر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے، اُن لشکر والوں میں سے رتبہ کے اعتبار سے شیطان کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوتا ہے، جو اُن میں سب سے زیادہ فتنہ باز ہو، یعنی: سب سے زیادہ پسندیدہ وہ چیلا ہوتا ہے، جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرے، اُن میں سے ایک آکر کہتا ہے: میں نے یہ فتنہ برپا کیا اور یہ فتنہ برپا کیا، شیطان کہتا ہے: تو نے کوئی بڑا کام نہیں کیا، ایک آکر کہتا ہے: میں نے فلاں شخص کو اُس وقت تک نہیں چھوڑا یہاں تک کہ میں نے اُس کے اور اُس کی بیوی کے درمیان جدائی کرادی، تو شیطان اُس کو اپنے قریب کرلیتا ہے اور اپنے گلے سے لگا کر کہتا ہے ''ہاں تو نے بہت بڑا کام کیا''

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ طلاق اسلام کی نظر میں فی نفسہ مبغوض اور ناپسندیدہ عمل ہے، بلاضرورت اس کا ارتکاب کرنا عرش الٰہی کو ہلانا اور شیطان کو خوش کرنا ہے اور عورت کا بلاضرورت طلاق کا مطالبہ جنت کی خوشبو سے محرومی کا سبب ہے۔

میاں بیوی کے ناخوشگوار حالات میں اسلام کی تعلیمات وہدایات

ماقبل میں یہ بات وضاحت کے ساتھ آ چکی ہے کہ نکاح ایک دائمی رشتہ کا نام ہے، اسلام کا اصل منشأ اس رشتہ کو باقی اور قائم رکھنا ہے، اسی لیے بلاضرورت اس رشتہ کو توڑنے کی سخت مذمت بیان کی جا چکی ہے؛ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بسا اوقات میاں بیوی کے درمیان حالات خوشگوار نہیں رہتے، آپسی نااتفاقیاں پیدا ہو جاتی ہیں، دونوں میں نبھاؤ مشکل ہوتا ہے، ایسی صورت میں بھی اِسلام نے جذبات سے مغلوب ہو کر جلد بازی میں فوراً ہی اس پاکیزہ رشتہ کو ختم کرنے کی اجازت نہیں دی؛ بلکہ میاں بیوی دونوں کو مکلّف بنایا کہ وہ حتی الامکان اس بندھن کو ٹوٹنے سے بچائیں، چنانچہ عورت کی طرف سے نافرمانی کی صورت میں مردوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے:

"واللّٰتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا". (النساء)

اس آیت کے ذریعے قرآن نے آپسی خلفشار اور انتشار کو ختم کرنے کے تین طریقے بیان کیے ہیں:

(۱) اگر عورت کی نافرمانی کا خطرہ ہو، تو حکمت اور نرمی کے ساتھ پہلے اُس کو سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

(۲) اگر سمجھانا موثر نہ ہو، تو عارضی طور پر اُس کا بستر الگ کر دیا جائے۔

(۳) اگر دوسری صورت بھی مفید ثابت نہ ہو اور عورت اپنی عادت پر قائم رہے، تو کچھ

زجر وتوبیخ اور ہلکے درجہ کی سرزنش سے کام لیا جائے۔

جب کہ مردوں کی طرف سے کسی قسم کی بدسلوکی کے وقت عورتوں کو یہ ہدایت ہے:

"وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا". (النساء)

"کسی عورت کو اگر اپنے شوہر کی بدسلوکی سے ڈر یا اُس کی بے اعتنائی سے شکایت ہو، تو میاں بیوی کے لیے اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں ایک خاص طور پر صلح کر لیں"

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں یعنی عورت اگر ایسے شوہر کے پاس رہنا چاہے جو پورے حقوق ادا کرنا نہیں چاہتا اور اس لیے اس کو چھوڑنا چاہتا ہے تو عورت کو جائز ہے کہ اپنے کچھ حقوق چھوڑ دے مثلاً نان ونفقہ معاف کر دے یا مقدار کم کر دے تاکہ وہ چھوڑے نہیں۔ اور شوہر کو بھی جائز ہے کہ اس معافی کو قبول کر لے۔

اگر اس سے بھی معاملہ حل نہ ہو اور خدانخواستہ آپس کے تعلقات بہت ہی خراب ہو جائیں، پھر بھی شریعت نے رشتہ نکاح کو توڑنے کی اجازت نہیں دی؛ بلکہ یہ حکم دیا کہ میاں بیوی دونوں اپنی طرف سے ایک ایک ایسا حَکَم (پنچ) اور ثالث مقرر کر لیں، جو مخلص اور خیر خواہ ہو، جن کا مقصد اختلاف کو ختم کرانا ہو، اس لیے دونوں حَکَم پوری ایمانداری اور انصاف کے ساتھ اختلاف کا جائزہ لیں اور دونوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کریں۔ ارشاد باری ہے: وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا. (النساء)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی اور ناخوشگوار حالات کے مسئلہ کا ابتدائی حل طلاق دینا نہیں ہے، بلکہ اختلاف کے اسباب کو تلاش کر کے اُس پر روک لگانا ہے۔

طلاق:

ناموافق حالات میں غلط اقدام سے بچنے کا واحد حل

صلح وصفائی کی مذکورہ تمام صورتوں کو اختیار کرنے کے بعد بھی ممکن ہے کہ حالات قابو میں نہ آئیں اور دونوں میں موافقت اور نبھاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہ جائے، زوجین میں باہم اعتماد ختم ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حدود واحکام کو پورا کرنا مشکل ہوجائے، تو ایسی آخری حالت میں بھی معاہدہ نکاح کے برقرار رکھنے پر مجبور کرنا ظاہر ہے کہ دونوں پر ظلم ہے، ایسی صورت میں اُن کی زندگی تنگی و پریشانی کا بدترین نمونہ بن جائے گی، جس کے نتیجے میں قابلِ نفرت گھناؤنی اور ناپسندیدہ حرکتوں کے صادر ہونے کا امکان ہے، نیز اس میں خاندانی فوائد کے بجائے سیکڑوں مصیبتیں اور مضرتیں ہیں۔

اسلام کی نظر میں طلاق اگرچہ ایک ناگوار اور ناپسندیدہ عمل ہے؛ لیکن ایسے حالات میں بھی اگر طلاق کی بالکل ممانعت کردی جائے، تو یہ نکاح دونوں کے لیے سخت فتنہ اور پریشانی کا سبب بن جائے گا، لہٰذا ایسی مجبوری میں شریعتِ اسلامی نے طلاق کی گنجائش دی ہے؛ کیونکہ نکاح کے بعد پیدا ہونے والی مشکلات اور سخت ضیق وتنگی کی حالت سے نکلنے کا پرامن اور پرسکون راستہ صرف طلاق ہے، اس کا کوئی متبادل نہیں ہے، شریعتِ اسلامی کی طرف سے ایسے حالات میں طلاق رحمت پر مبنی ایک قانون ہے، جس میں مرد کو اجازت ہے کہ وہ بیوی کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کرلے، اسی طرح عورت بھی نکاح سے آزاد ہوکر چاہے تو دوسری جگہ اپنا نکاح کرلے۔

طلاق دینے کا صحیح اور احسن طریقہ

جب حالات یہاں تک پہنچ جائیں کہ طلاق دینے ہی میں شوہر اور بیوی دونوں کے لیے راحت ہو، اس کے بغیر دونوں کے لیے خوشگوار زندگی گذارنا ممکن نہ ہو، تو ایسی حالت میں بھی شریعت نے مرد کو آزاد نہیں چھوڑا کہ جس طرح چاہے اور جتنی چاہے طلاق دیدے؛ بلکہ اس کے حدود اور ضابطے طے کیے، جن سے اسلام کے قوانین کی جامعیت اور اُن کا عین فطرت کے مطابق ہونا خوب واضح ہوتا ہے۔

چنانچہ طلاق دینے کا صحیح اور احسن طریقہ یہ ہے کہ:

(۱) بیوی کو صاف لفظوں میں صرف ایک طلاق دی جائے، شوہر بیوی سے کہے ”میں نے تجھے طلاق دی“۔

(۲) طلاق اس وقت دی جائے، جب عورت پاک ہو یعنی: اُس کو ماہواری نہ آرہی ہو اور اُس پاکی کے زمانے میں صحبت نہ کی گئی ہو؛ کیونکہ ماہواری کے دوران طلاق دینا گناہ ہے اور اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دی جائے گی، تو ممکن ہے کہ حمل ٹھہر جانے کی وجہ سے اُس کی عدت لمبی ہوجائے، جو عورت کے لیے مشقت اور پریشانی کا سبب ہے۔

طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے، اگر لوگ طلاق دینے کے اسی طریقہ کو اختیار کریں، تو طلاق کی وجہ سے پیش آنے والے مسائل پیدا نہ ہوں؛ اس لیے کہ عام طور پر وقتی تکلیف اور عارضی اختلاف کی وجہ سے غصے میں آدمی طلاق دے ڈالتا ہے؛ لیکن بعد میں دونوں کو اس کا شدید احساس ہوتا ہے اور طلاق کے باوجود ایک دوسرے کی محبت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی؛ بلکہ پہلے سے زیادہ اس میں اضافہ ہوجاتا ہے؛ پھر دونوں پریشان ہوتے ہیں اور دوبارہ ازدواجی زندگی قائم کرنا چاہتے ہیں، دونوں کے خاندان والوں کی بھی یہی خواہش رہتی ہے اور

اگر سوچ سمجھ کر طلاق دی گئی ہو، تو بھی مذکورہ طریقہ کے خلاف اختیار کرنے میں مختلف قسم کی پریشانیاں پیش آتی ہیں۔

ان دشواریوں کا حل یہی ہے کہ بدرجہ مجبوری صرف ایک طلاق دی جائے، اس لیے کہ ایک طلاق دینے کی صورت میں شوہر کے لیے عدت کے اندر اندر ہی رجوع (یعنی: دوبارہ نکاح کے بغیر بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لینے) کا اختیار رہتا ہے۔

اور اگر شوہر نے عدت کے اندر اندر رجوع نہیں کیا، تو عدت گذرنے کے بعد بیوی اگرچہ اُس کے نکاح سے نکل جاتی ہے؛ لیکن دونوں کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ نئے سرے سے دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش رہتی ہے، اس صورت میں حلالہ شرعی شرط نہیں ہے۔

اسلام میں تین طلاق کیوں اور کیسے؟

ماقبل میں طلاق دینے کا سب سے بہتر اور افضل طریقہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مجبوری اور سخت ضرورت کے وقت بیوی کی پاکی کی حالت میں جس میں اُس کے ساتھ صحبت نہ کی ہو، صریح لفظوں میں ایک طلاق دینی چاہیے۔

لیکن بسا اوقات آدمی تین طلاق دے کر رشتہ نکاح اس طرح ختم کرنا چاہتا ہے کہ اس کے لیے رجوع اور تجدید نکاح کا موقع آیندہ باقی نہ رہے۔

ایسی صورت میں بھی شریعتِ اسلامی کی تعلیم یہ ہے یکبارگی تین طلاق نہ دی جائے؛ بلکہ پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے کر غور وفکر کیا جائے۔

اگر حالات صحیح نہ ہو سکیں:

تو ایک ماہواری گذرنے کے بعد دوسری پاکی کی حالت میں دوسری طلاق دیدی جائے۔

پھر غور کیا جائے:

اگر اب بھی حالات قابو میں نہ آسکیں اور تیسری طلاق دے کر رشتہ نکاح کو بالکلیہ ختم کرنے ہی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی نظر آئے، تو دوسری ماہواری گذرنے کے بعد تیسری پاکی کی حالت میں تیسری طلاق دیدی جائے۔ اس کے بعد رشتہ نکاح بالکلیہ ختم ہو جائے گا، اب مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں گے اور دونوں کے لیے آپس میں دوبارہ نکاح کرنا اسی صورت میں ممکن ہو سکے گا، جب کہ مطلقہ بیوی عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور دوسرا مرد صحبت بھی کر لے، پھر یا تو بقضائے الٰہی انتقال کر جائے یا طلاق دیدے، ایسی صورت میں دوبارہ عدت گذارنے کے بعد ہی نکاح کی گنجائش نکل سکے گی، اس کے بغیر ازدواجی تعلق قائم کرنے کی کوئی شکل نہ ہوگی۔

شریعت اسلامی نے تین طلاق کے بعد ازدواجی تعلق بالکلیہ ختم کردیا اور رجعت کا حق نہیں دیا کہ اگر تین طلاق کے بعد بھی رجعت کا حق دیدیا جائے، تو طلاق کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا اور اسلام کا نظامِ طلاق میاں بیوی کی عافیت کے بجائے وبال جان اور مصیبت بن جائے گا۔

چنانچہ اسلام سے پہلے اور اسلام کے شروع زمانے میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو دسیوں طلاق دیدیتا، تو بھی عدت کے اندر اندر بہرحال اسے رجعت کا حق حاصل رہتا، جس کی وجہ سے عورت کی زندگی اجیرن بن جاتی تھی۔

اسی طرح دورِ نبوی میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ناراض ہوگیا اور اُس سے یہ کہدیا کہ نہ تو میں تجھے رکھوں گا اور نہ ہی تجھے الگ ہونے دوں گا، بیوی نے پوچھا کہ وہ کس طرح؟ تو اُس نے کہا کہ تجھے طلاق دیتا رہوں گا اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کرتا رہوں گا، تو اُس عورت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، جس پر یہ آیت کریمہ " الطلاق مرتان... الآیۃ" نازل ہوئی، جس کے ذریعہ عورت کے استحصال اور اُس پر ہونے والے ظلم کا دروازہ بند کردیا گیا اور شوہر کو تاکید کردی گئی کہ یا تو اچھی طرح بیوی کو رکھے یا پھر اچھے انداز سے اسے چھوڑ دے؛ البتہ پہلی اور دوسری طلاق کے بعد رجعت کا حق دیا گیا، تاکہ آدمی اگر چاہے، تو اپنے نقصان کی تلافی کرسکے اور تین طلاق کے بعد حلالہ کے بغیر رشتۂ زوجیت قائم کرنا ممنوع قرار دیا گیا، تاکہ لوگ طلاق کو مذاق نہ بنالیں۔

اسلام میں تین طلاق دینے کا یہ اصل اور بہتر طریقہ ہے، اس طریقہ میں اگر غور کیا جائے، تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اسلام کا نظامِ طلاق کتنی گہرائی اور مصالح پر مبنی ہے، رشتہ نکاح کو بالکلیہ ختم کرنے کے لیے اسلام نے کم وبیش تین مہینے کی لمبی مدت غور وفکر کرنے کی تعلیم دی ہے، تاکہ مکمل انشراح اور بصیرت کے ساتھ فیصلہ لیا جاسکے، اتنے بڑے اور آخری فیصلے کے لیے ظاہر ہے کہ ایسا وقفہ ہونا چاہیے جس میں آدمی کی زندگی معمول پر آجائے، وقتی حالات اور مسائل کا تاثر ختم ہوجائے اور مخلصین اور بڑوں سے مشورہ اور مذاکرہ کے بعد کوئی قدم اٹھایا جاسکے۔

ایک ساتھ تین طلاق دینا ایک بڑا گناہ

اگر کوئی شخص طلاق سے متعلق ماقبل میں بیان کی ہوئی اسلام کی مستحکم تعلیمات کو نظر انداز کرکے یکبارگی تین طلاق کا اقدام کرے (جیسا کہ آج کل بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے) تو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ شریعت اسلامی کی نگاہ میں یہ بہت بڑا جرم اور گناہ ہے، ایسا شخص سخت گنہگار ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے متعلق اطلاع ملی کہ اُس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی ہیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جائے گا؟ (نسائی)

اسی طرح ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے والد نے میری والدہ کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں، اب کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے والد خدا سے ڈرتے، تو اللہ اُس کے لیے راستہ نکالتا، اب تو بیوی تین طلاقوں سے بائنہ ہوگئی۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کرکے گناہ کا کام کیا اور شیطان کی پیروی کی۔ (طحاوی)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا شیطانی عمل اور گناہ کا کام ہے، اس لیے ایک مسلمان کو تین طلاق ہرگز نہیں دینی چاہیے؛ لیکن اگر کسی نے شریعت کے حکم کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک مجلس میں تین طلاق دیدیں، تو تین طلاق بلاشبہ واقع ہوجائے گی، یہ بھی شریعت کا ایک متفق علیہ حکم ہے، ''جمہور علماء خلف وسلف، تابعین، تبع تابعین، امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب، امام مالکؒ اور اُن کے اصحاب، امام شافعیؒ اور اُن کے اصحاب، امام احمدؒ اور اُن کے اصحاب، جمہور فقہائے کرام، محدثین عظام وغیرہ کا یہی مسلک ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے، تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی؛ البتہ اس کی وجہ سے وہ گنہگار بھی ہوگا''۔

طلاق کا حق صرف مرد کو کیوں؟

طلاق کے بارے میں شریعت کا مزاج معلوم ہو چکا ہے کہ طلاق کسی وقتی منافرت اور عارضی اختلاف کی وجہ سے نہیں دینی چاہیے؛ بلکہ طلاق سے پہلے شریعت کی بتلائی ہوئی تدابیر اور ہدایات پر عمل کرنے کے بعد بھی اگر مسئلہ حل نہ ہو اور میاں بیوی دونوں کو اس کا یقین ہو کہ ہمارے لیے عافیت اور سلامتی جدائیگی ہی میں ہے، تو ایسی صورت میں سوجھ بوجھ اور با قاعدہ ہوش وحواس کے ساتھ طلاق دینی چاہیے، ظاہر ہے کہ طلاق سے متعلق اسلام کے اِس معتدل اور عدل وانصاف پر مبنی فطری نظام میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ طلاق کا حق صرف مرد کو کیوں دیا گیا، عورت کو کیوں نہیں دیا گیا، اس لیے کہ اس سوال کا منشا یہ ہے کہ نعوذ باللہ اسلام نے طلاق کا حق صرف مردوں کو دے کر عورت کے ساتھ ناانصافی کا معاملہ کیا ہے، حالانکہ ماقبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اسلام میں طلاق کا نظام عین عدل اور انصاف کے مطابق ہے، اُس نظام کو اگر اسی طرح برتا جائے، جیسا شریعت کا منشاء ہے، تو یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوگا۔

تاہم اُن لوگوں کے لیے جو احکامِ اسلام کے مصالح اور حکمتوں کو ناقص عقل انسانی کے زاویہ سے دیکھنا چاہتے ہیں، نیز بعض اُن لوگوں کے لیے بھی، جن کو شریعت کے ہر حکم پر مکمل بصیرت اور انشراح ہے؛ لیکن وہ مزید اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں؛ ہم اس کی ایک اہم حکمت پیش کرتے ہیں۔

طلاق کا حق مرد کو دیا جانا مرد کے مزاج وطبیعت کے موافق ہے، اس کے برخلاف عورت کو یہ حق ملنا خود اُس کی فطری شرم وحیا اور مزاج وطبیعت کے خلاف ہے، اس لیے کہ اس حق کا صحیح استعمال کرنے کے لیے بہت سی اُن صفات کا ہونا ضروری ہے، جن صفات میں اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں ایک گونہ فوقیت عطا فرمائی ہے، مثلاً: طاقت وقوت، جرأت

وہمت، خوداعتمادی، دوسروں سے متاثر نہ ہونا، زبان پر قابو رکھنا، دوراندیشی، جلد بازی اور جذباتیت سے بچنا؛ یہ اور ان کے علاوہ بہت سی صفات ہیں، جن میں اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں عام طور پر فوقیت عطا فرمائی ہے، دوسری طرف اللہ تعالی نے عورتوں کو بھی مردوں پر بہت سی صفات اور خوبیوں میں فوقیت عطا فرمائی ہے، مثلاً: الفت ومحبت، رحم دلی اور نرمی، تحمل وبرداشت۔ مرد اور عورت کے اِس طبعی فرق کو ساری دنیا کے سمجھدار لوگ تسلیم کرتے ہیں، اس لیے کہ نظامِ عالم کے متوازن طریقہ پر چلنے کے لیے مرد اور عورت کے درمیان اس فطری فرق کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔

حقِ طلاق بھی اسی لیے مردوں کو دیا گیا کہ اُن کے اندر اللہ کی طرف سے ودیعت کی جانے والی مذکورہ بعض خصوصی صفات کی بناء پر عورتوں کی بنسبت اس حق کو صحیح استعمال کرنے کی صلاحیت اور اہلیت زیادہ ہے؛ اسی لیے اگر کوئی مرد اس حق کا غلط استعمال کرتا ہے، تو شریعتِ اسلامی کی نگاہ میں وہ سخت مجرم اور نافرمان سمجھا جاتا ہے؛ کیونکہ اُس نے صلاحیت اور اہلیت کے باوجود جان بوجھ کر اپنے حق سے غلط فائدہ اٹھایا۔

یہ حکمت ہم نے مثال کے طور پر پیش کردی ہے، علمائے کرام نے اس کی اور بھی حکمتیں بیان کی ہیں، جن کا ذکر ہم یہاں ضروری نہیں سمجھتے؛ بلکہ یہاں پر ہم خاص طور پر اپنے مسلمان بھائیوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ شریعت اسلامی اللہ کا وہ پسندیدہ مذہب ہے، جو ہر اعتبار سے کامل ومکمل کردیا گیا ہے اور اس مذہب کا ہر حکم اپنے اندر ہزار ہا ہزار حکمتوں اور مصلحتوں کو لیے ہوئے ہے، ایک مسلمان کی بندگی اور عبدیت کی اصل شان یہ ہے کہ وہ ہر حکم الٰہی کو فکری اور عملی طور پر محض اس بنیاد پر تسلیم کرے کہ یہ ساری دنیا کے مالک وخالق، بندوں کے مشفق ومحسن، بندوں کی مصلحتوں اور فائدوں کو اُن سے زیادہ جاننے والے، غیب کے بھیدوں سے واقف اور کائنات کے نظام کو چلانے والے ایک معبودِ حقیقی کا حکم ہے۔ حکم الٰہی کی گہرائیوں اور اُس کی حقیقی حکمتوں کا انسان کی ناقص عقل کے ذریعہ پورے طور پر ادراک کیا ہی نہیں جاسکتا۔ بندگی کی یہ شان ایک مسلمان کے ایمان کا اعلی مقام ہے۔

موجودہ وقت میں

طلاق سے متعلق بے اعتدالیاں اور اُن کا حل

ہم نے گزشتہ صفحات میں طلاق سے متعلق جو تفصیلات بیان کی ہیں، اگر اُن کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے اور پھر طلاق کے حوالے سے پیش آنے والے واقعات اور مسائل پر نظر ڈالی جائے، تو معلوم ہوگا کہ اِس وقت جو کچھ بے اعتدالیاں سامنے آرہی ہیں، اُن کی وجہ یہ ہے کہ:

معاشرے میں طلاق جیسے اہم اور نازک معاملہ کے بنیادی مسائل سے واقفیت نہیں ہے اور طلاق کے سلسلے میں خاص طور پر ایک ایسی غلط فہمی عام ہو چکی ہے، جو سارے فساد اور خرابیوں کی جڑ ہے، وہ یہ ہے کہ عوام الناس کا ایک بڑا طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ اِسلام میں طلاق صرف تین بار کہنے ہی سے واقع ہوتی ہے، اس کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اسی لیے عام طور پر ایک عامی شخص جب بھی طلاق دیتا ہے، تو وہ تین سے کم پر نہیں رکتا، طلاق کی اگر کوئی تحریر تیار کی جاتی ہے، تو وہ بھی تین ہی طلاق کی ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ غلط فہمی ایسی ہے، جس کا حل اس کے سوا کچھ نہیں کہ معاشرے میں نکاح کے رشتہ کی اہمیت، بلا وجہ اس رشتہ کو توڑنے کی شرعی اور عقلی قباحت و مذمت، نکاح کے بعد میاں بیوی اور اُن کے خاندان کے درمیان پیش آنے والے مسائل کا شرعی حل، طلاق سے متعلق اسلام کی تعلیمات اور ساتھ میں طلاق دینے کے صحیح اور بہتر طریقے کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔

طلاق کی کثرت کی دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ:

معاشرے کا دینی بگاڑ، اللہ کے حکموں کو توڑنا، نافرمانیوں کی کثرت، فحاشی کے پھیلاؤ اور اس کی وجہ سے طبعی سکون و اطمینان کا حاصل نہ ہونا، نشہ آور اشیاء کی لت، خاندانی عصبیت کی بناء پر ہونے والے جھگڑے اور ان کے علاوہ بہت سی خرابیاں معاشرے میں عام ہوگئی ہیں، جن کے

دنیوی نقصانات میں سے ایک اہم نقصان طلاق کے بے جا استعمال کی کثرت کی صورت میں بھی ظاہر ہو رہا ہے۔

اس کا حل یہ ہے مسلمانوں کو دین پر چلنے، اللہ کے احکام کو پورا کرنے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنانے، گناہ اور معصیت کے کاموں سے بچنے کی طرف متوجہ کیا جائے، اس لیے کہ دینی احکام کی صحیح واقفیت حاصل کرنا اور دین پر چلنا ہی سارے مسائل کا حل ہے اور احکام سے ناواقفیت اور عملی طور پر دین سے دوری ہی ساری خرابیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔

﴿حصہ دوم﴾

طلاق، خلع اور عدت وغیرہ کے
چند اہم اور ضروری مسائل

ماخوذ از:

تسہیل بہشتی زیور

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

فہرست حصہ دوم

کس کی طلاق واقع ہوگی، کس کی نہیں؟

مسئلہ(۱): نابالغ اور پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ(۲): سوئے ہوئے آدمی کے منہ سے نکلا کہ تجھ کوطلاق ہے یا یوں کہہ دیا: ''میری بیوی کوطلاق''، تو اس سے طلاق نہیں ہوتی۔

مسئلہ(۳): کسی نے زبردستی کسی سے زبانی طلاق دلوادی، جیسے: مارا، ڈرایا، دھمکایا کہ طلاق دے دو، ورنہ تجھے مار ڈالوں گا، اس مجبوری سے اس نے زبان سے طلاق کے الفاظ کہہ دیے، تو بھی طلاق ہوجائے گی۔ اگر صرف تحریر کیا اور زبان سے نہ کہا، تو طلاق نہ ہوگی۔

مسئلہ(۴): کسی نے شراب وغیرہ کے نشہ میں اپنی بیوی کوطلاق دے دی، تو بھی طلاق ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر غصے میں طلاق دی، تو بھی طلاق ہوجائے گی۔

مسئلہ(۵): شوہر کے علاوہ کسی اور کوطلاق دینے کا اختیار نہیں، البتہ اگر شوہر نے کسی کو اختیار دیا کہ میری بیوی کوطلاق دے دے، تو وہ بھی دے سکتا ہے۔ (اگر بیوی کو اختیار دیا اور اس نے اپنے اوپر طلاق واقع کر لی، تو بھی ہوجائے گی۔)

مسئلہ(۶): طلاق دینے کا اختیار صرف مرد کو ہے، جب مرد نے طلاق دے دی تو طلاق ہوگئی، عورت کو اس میں کوئی اختیار نہیں، وہ چاہے یا نہ چاہے، ہر صورت میں طلاق ہوگئی۔ عورت اپنے شوہر کوطلاق نہیں دی سکتی۔

مسئلہ(۷): مرد کو صرف تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے، اس سے زیادہ کا اختیار نہیں، اگر چار پانچ طلاقیں دے دیں، تب بھی تین ہی ہوئیں۔

مسئلہ(۸): جب مرد نے زبان سے کہہ دیا: میں نے اپنی بیوی کوطلاق دے دی اور اتنے زور سے کہا کہ خود ان الفاظ کو سن لیا، تو بس اتنا کہتے ہی طلاق ہوجائے گی، چاہے کسی کے سامنے کہے، یا تنہائی میں اور چاہے بیوی سنے یا نہ سنے، ہر حال میں طلاق ہوجائے گی۔

طلاق کی قسمیں

پہلی تقسیم باعتبارِ حکم

حکم کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں ہیں:

(۱) طلاقِ رجعی

وہ طلاق جس میں نکاح نہیں ٹوٹتا، صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاق دینے کے بعد اگر مرد پشیمان ہوا، تو نئے سرے سے نکاح کرنا ضروری نہیں، نکاح کیے بغیر بھی میاں بیوی کی طرح رہنا، تو درست ہے، البتہ اگر مرد طلاق دے کر اسی پر قائم رہا اور اس سے رجوع نہیں کیا، تو جب طلاق کی عدت گزر جائے تب نکاح ٹوٹ جائے گا اور عورت جدا ہو جائے گی۔ جب تک عدت نہ گزرے تب تک رکھنے نہ رکھنے دونوں باتوں کا اختیار رہے۔

(۲) طلاقِ بائن

ایسی طلاق ہے جس میں نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور نیا نکاح کیے بغیر اس مرد کے پاس رہنا جائز نہیں ہوتا اگر آئندہ میاں بیوی آپس میں رہنا چاہیں اور دونوں اس پر راضی بھی ہوں تو نئے سرے سے نکاح کرنا پڑیگا۔

(۳) طلاقِ مغلظہ

وہ طلاق جس میں نکاح ایسا ٹوٹتا ہے کہ دوبارہ نکاح کرنا بھی چاہیں تو حلالہ کے بغیر نہیں

کر سکتے۔ حلالہ یہ ہے کہ طلاق یافتہ عورت کا عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح ہو جائے اور صحبت بھی ہو جائے، پھر وہ مرد اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے یا مر جائے اور عدت گزر جائے تو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

دوسری تقسیم باعتبارِ الفاظ

الفاظ کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) صریح (۲) کنایہ

صریح

صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا: ”میں نے تجھ کو طلاق دے دی“ یا یوں کہا: ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی“ غرض یہ کہ صاف الفاظ کہہ دیے جس میں طلاق دینے کے سوا کوئی اور معنیٰ نہیں نکل سکتے، تو ایسی طلاق کو ”طلاقِ صریح“ کہتے ہیں۔

کنایہ

صاف صاف الفاظ نہیں کہے، بلکہ ایسے الفاظ کہے جن سے طلاق بھی مراد لی جا سکتی ہے اور طلاق کے سوا دوسرے معنیٰ بھی نکل سکتے ہیں، جیسے کوئی کہے: ”میں نے تجھ کو دور کر دیا“ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دی۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ طلاق تو نہیں دی؛ لیکن اب تجھ کو اپنے پاس نہیں رکھوں گا، ہمیشہ اپنے میکے میں رہ، تیری خبر نہیں رکھوں گا، یا یوں کہے: ”مجھے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں“، ”مجھے تجھ سے کچھ مطلب نہیں“، ”تو مجھ سے جدا ہو گئی“، ”میں نے تجھ کو الگ کر دیا“، ”جدا کر دیا“ میرے گھر سے چلی جا“، ”ہٹ دور ہو“، ”اپنے ماں باپ کے ہاں جا کے بیٹھ“، ”اپنے گھر جا“ اسی طرح کے دوسرے الفاظ جن میں دونوں مطلب نکل سکتے ہیں اس کو ”کنایہ“ کہتے ہیں۔

مسئلہ (۹): اگر صاف صاف لفظوں میں طلاق دی تو زبان سے نکلتے ہی طلاق پڑ جائے گی، چاہے طلاق دینے کی نیت ہو یا نہ ہو، بلکہ ہنسی دل لگی میں کہا ہو، بہرصورت طلاق ہوگئی اور صاف لفظوں میں طلاق دینے سے طلاقِ رجعی پڑتی ہے اور ایک مرتبہ کہنے سے ایک ہی طلاق پڑے گی، البتہ اگر تین دفعہ کہے یا یوں کہے: ''تجھ کو تین طلاق دیں'' تو تین طلاقیں پڑیں۔

مسئلہ (۱۰): کسی نے ایک طلاق دی تو جب تک عورت عدت میں رہے تب تک دوسری طلاق اور تیسری طلاق دینے کا اختیار رہتا ہے، اگر دے گا تو پڑ جائے گی۔

مسئلہ (۱۱): کسی نے یوں کہا: ''تجھ کو طلاق دے دوں گا'' تو اس سے طلاق نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر کسی بات پر یوں کہا: ''اگر فلاں کام کرے گی تو طلاق ہے'' تو وہ کام کرنے سے طلاق ہو جائے گی۔

مسئلہ (۱۲): کسی نے طلاق دے کر اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ بھی کہہ دیا تو طلاق نہیں پڑی۔ اسی طرح اگر یوں کہا: ''اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تجھ کو طلاق''، اس سے بھی کسی قسم کی طلاق نہیں پڑتی، البتہ اگر طلاق دے کر ذرا ٹھہر گیا، پھر ان شاء اللہ کہا تو طلاق ہوگئی۔

مسئلہ (۱۳): کسی نے اپنی بیوی کو طلاقن کہہ کر پکارا تب بھی طلاق پڑ گئی، اگرچہ مذاق میں کہا ہو۔

مسئلہ (۱۴): کسی نے کہا: ''جب تو فلاں شہر جائے تو تجھ کو طلاق ہے'' تو جب تک وہاں نہیں جائے گی طلاق نہیں پڑے گی۔

مسئلہ (۱۵): اگر صاف صاف طلاق نہیں دی، بلکہ گول مول الفاظ کہے اور اشارہ کنایہ سے طلاق دی تو یہ مبہم الفاظ کہتے وقت اگر طلاق دینے کی نیت تھی تو طلاقِ بائن ہوگی، نکاح کیے بغیر عورت کو نہیں رکھ سکتا اور اگر طلاق کی نیت نہیں تھی، بلکہ دوسرے معنی کے اعتبار سے کہا تھا تو طلاق نہیں ہوئی، البتہ اگر قرینے سے معلوم ہو جائے کہ طلاق دینے کی ہی نیت تھی، اب وہ جھوٹ بول رہا ہے تو عورت اس کے پاس نہ رہے اور یہی سمجھے کہ طلاق ہوگئی، جیسے بیوی نے غصہ میں آ کر کہا: ''میرا تیرا نباہ نہیں ہوگا، مجھ کو طلاق دے دے''، اس نے کہا ''اچھا میں نے

چھوڑ دیا تو یہاں عورت یہی سمجھے کہ شوہر نے طلاق دے دی''۔

مسئلہ (۱۶): کسی نے تین دفعہ کہا: ''تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق'' تو تینوں پڑ گئیں یا گول مول الفاظ میں تین مرتبہ کہا تب بھی تین طلاقیں ہوگئیں، لیکن اگر نیت ایک ہی طلاق کی ہے، صرف اور صرف تاکید کے لیے تین دفعہ کہا تھا کہ بات خوب پکی ہو جائے تو ایک ہی طلاق ہوئی لیکن عورت کو اس کے دل کا حال چونکہ معلوم نہیں، اس لیے وہ یہی سمجھے کہ تین طلاقیں ہوگئیں۔

رخصتی سے پہلے طلاق

مسئلہ (۱۷): عورت شوہر کے پاس نہ جانے پائی تھی کہ اس نے طلاق دے دی یا رخصتی تو ہوگئی لیکن میاں بیوی کی آپس میں بغیر کسی شرعی یا طبعی رکاوٹ کے تنہائی نہیں ہونے پائی تھی کہ شوہر نے طلاق دے دی تو طلاقِ بائن ہوگئی، چاہے صاف لفظوں سے دی ہو یا گول مول لفظوں میں۔ ایسی عورت کو جب طلاق دی جائے تو دوسری ہی قسم یعنی بائن طلاق ہوتی ہے۔ اور ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی کوئی نہیں، طلاق کے بعد فوراً دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور ایسی عورت کو ایک طلاق دینے کے بعد دوسری تیسری طلاق دینے کا اختیار نہیں، اگر دے گا تو نہیں پڑے گی، البتہ اگر پہلی ہی دفعہ یوں کہہ دے: ''تجھ کو دو طلاق یا تین طلاق'' تو جتنی دی ہیں سب پڑ گئیں اور اگر یوں کہا: ''تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے''، تب بھی ایسی عورت کو ایک ہی طلاق پڑے گی۔

رخصتی کے بعد طلاق

مسئلہ (۱۸): رخصتی اور میاں بیوی کی تنہائی کے ساتھ اگر صحبت بھی ہوگئی، اس کے بعد اگر ایک یا دو طلاقیں صاف لفظوں میں دے دیں تو طلاق رجعی ہوگی اور گول مول لفظوں میں دی تو طلاقِ بائن ہوگی۔ رجعی میں رجوع کا حق ہوگا اور بائن میں رجوع کا حق نہیں ہوگا، البتہ اگر تین طلاقیں نہیں دیں تو اسی شوہر سے نیا نکاح (جبکہ میاں بیوی دونوں راضی ہوں) عدت کے اندر

بھی ہوسکتا ہے اور عدت کے بعد بھی، اور دوسرے شخص سے عدت کے بعد ہی نکاح ہوسکتا ہے اور عدت ہر صورت میں لازم ہوگی اور جب تک عدت ختم نہ ہو دوسری اور تیسری طلاق بھی دی جاسکتی ہے؛ اور اگر تنہائی تو ایسی ہوگئی کہ صحبت کرنے سے کوئی مانع شرعی یا طبعی موجود نہیں تھا، مگر صحبت نہیں ہوئی تو اس صورت میں اگر صاف لفظوں میں طلاق دی جائے یا گول مول لفظوں میں، دونوں صورتوں میں طلاق بائن ہی پڑے گی اور عدت بھی واجب ہوگی اور رجوع کا حق نہیں ہوگا اور عدت پوری کئے بغیر کسی دوسرے سے نکاح بھی نہیں کرسکتی، البتہ اس شخص سے جس نے طلاق دی ہے عدت کے اندر اور عدت ختم ہونے کے بعد ہر حال میں دوبارہ نکاح کرسکتی ہے، شرط یہ ہے کہ تین طلاقیں نہ دی ہوں۔

تین طلاقوں کا حکم

مسئلہ (۱۹): اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہوگئی، اب اگر دوبارہ نکاح کرے تب بھی عورت کے لئے اس مرد کے پاس رہنا حرام ہے اور یہ نکاح نہیں ہوا، چاہے صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں یا گول مول لفظوں میں، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ (۲۰): کسی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی پھر رجوع کیا پھر دو چار سال میں کسی بات پر غصہ آیا تو ایک طلاق رجعی اور دے دی، پھر جب غصہ اُترا تو رجوع کیا، یہ دو طلاقیں ہوگئیں، اب اس کے بعد اگر کبھی ایک طلاق اور دے دے گا تو تین پوری ہوجائیں گی اور اس کا حکم یہ ہوگا کہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح اور اس کی موت یا طلاق کی صورت میں عدت گزارے بغیر اس مرد سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اگر کسی نے طلاق بائن دی جس میں رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، پھر پشیمان ہوا اور میاں بیوی نے راضی ہوکر دوبارہ نکاح کرلیا، کچھ زمانہ کے بعد غصہ آیا اور ایک طلاق بائن دے دی اور غصہ اترنے کے بعد پھر نکاح کرلیا، یہ دو طلاقیں ہوئیں۔ اب تیسری دفعہ اگر طلاق دے گا تو پھر وہی حکم ہے کہ دوسرا خاوند کیے بغیر اس

سے نکاح نہیں کرسکتی۔

مسئلہ (۲۱): تین طلاقیں ایک دم سے دیدیں، جیسے: یوں کہہ دیا: تجھ کو تین طلاق یا یوں کہا: تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے یا الگ کر کے تین طلاقیں دیں، جیسے: ایک آج دی، ایک کل، ایک پرسوں یا ایک اِس مہینے میں، ایک دوسرے مہینے میں، ایک تیسرے میں، یعنی: عدت کے اندر اندر تینوں طلاقیں دیدیں، سب کا ایک حکم ہے اور صاف لفظوں میں طلاق دے کر پھر روکے رکھنے کا اختیار اس وقت ہوتا ہے، جب تین طلاقیں نہ دے، فقط ایک یا دو دے، جب تین طلاقیں دیدیں، تو اب کچھ نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ (۲۲): اگر دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح ہوا کہ صحبت کرکے عورت کو چھوڑ دے گا تو اس اقرار لینے کا اعتبار نہیں، اس کو اختیار ہے، چاہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب جی چاہے چھوڑے اور اس طرح طے کر کے نکاح کرنا بہت بڑا گناہ اور حرام ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں پر لعنت ہوتی ہے، لیکن نکاح ہو جاتا ہے لہٰذا اگر اس نکاح کے بعد دوسرے خاوند نے صحبت کر کے چھوڑ دیا یا مر گیا تو عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہوجائے گی۔

کسی شرط پر طلاق دینا

مسئلہ (۲۳): نکاح کرنے سے پہلے کسی عورت کو کہا: ”اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے“ تو جب اس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کرتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر یوں کہا: ”اگر تجھ سے نکاح کروں تو تجھے دو طلاق“ تو دو بائن طلاقیں ہوگئیں اور اگر تین طلاقوں کا کہا تھا تو تینوں ہوگئیں اور عورت مغلظہ ہوگئی۔

مسئلہ (۲۴): نکاح ہوتے ہی جب اس پر طلاق پڑگئی تو اس نے اسی عورت سے پھر نکاح کرلیا تو اب یہ دوسرا نکاح کرنے سے طلاق نہیں پڑے گی، ہاں اگر یوں کہا ہو: جے دفعہ تجھ سے نکاح کروں، ہر دفعہ تجھ کو طلاق ہے، تو جب نکاح کرے گا، ہر دفعہ طلاق پڑ جایا کرے گی، اب اس عورت کو رکھنے کی کوئی صورت نہیں، اگر دوسرا خاوند کرکے اس مرد سے نکاح کرے گی تو

بھی طلاق پڑ جائے گی۔

مسئلہ (۲۵): کسی نے کہا: ''جس عورت سے نکاح کروں اس کو طلاق'' تو جس سے نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی، البتہ طلاق پڑنے کے بعد اگر پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا تو طلاق نہیں پڑے گی۔

مسئلہ (۲۶): جس عورت سے ابھی نکاح نہیں کیا اس کو اس طرح کہا: ''اگر تو فلاں کام کرے تو تجھے طلاق'' تو اس کا اعتبار نہیں، اگر اس سے نکاح کر لیا اور نکاح کے بعد اس نے وہی کام کیا تب بھی طلاق نہیں پڑی، کیونکہ غیر منکوحہ کو طلاق دینے کی یہی صورت ہے کہ یوں کہے: ''اگر تجھ سے نکاح کروں تو طلاق'' اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے اجنبی عورت پر طلاق نہیں پڑ سکتی۔

مسئلہ (۲۷): اگر اپنی بیوی سے کہا: ''اگر تو فلاں کام کرے تو تجھے طلاق''، ''اگر میرے پاس سے جائے تو تجھے طلاق''، ''اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھے طلاق'' یا اور کسی کام پر طلاق معلق کر دی تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق پڑ جائے گی، اگر نہیں کرے گی تو نہیں پڑے گی اور طلاق رجعی پڑے گی، البتہ اگر کوئی کنائی لفظ کہے کہ اگر تو فلاں کام کرے تو مجھے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق بائن پڑے گی، بشرطیکہ مرد نے یہ الفاظ کہتے وقت طلاق کی نیت کی ہو۔

مسئلہ (۲۸): اگر یوں کہا: ''اگر فلاں کام کرے تو تجھے دو طلاق یا تین طلاق'' تو جتنی طلاقوں کا کہا اتنی پڑیں گی۔

مسئلہ (۲۹): اپنی بیوی سے کہا: ''اگر تو اس گھر میں جائے۔ تو تجھے طلاق'' اور وہ چلی گئی اور طلاق پڑ گئی پھر عدت کے اندر اندر اس نے رجوع کر لیا یا دوبارہ نکاح کر لیا تو اب دوبارہ گھر میں جانے سے طلاق نہیں پڑے گی، البتہ اگر یوں کہا ہو: ''جتنی مرتبہ اس گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھ کو طلاق'' یا یوں کہا ہو: ''جب کبھی تو گھر میں جائے ہر مرتبہ طلاق'' تو اس صورت میں عدت کے اندر یا پھر نکاح کر لینے کے بعد دوسری مرتبہ گھر میں جانے سے دوسری طلاق ہو گئی، پھر عدت کے اندر یا تیسرے نکاح کے بعد اگر تیسری دفعہ گھر میں جائے گی تو تیسری طلاق ہو جائے گی، اب تین

طلاقوں کے بعد اس سے نکاح درست نہیں، البتہ اگر دوسرے مرد سے نکاح ہو جانے کے بعد جدائی ہو جائے پھر اس مرد سے نکاح کرے تو اب اس گھر میں جانے سے طلاق نہیں ہو گی۔

مسئلہ (۳۰): کسی نے اپنی بیوی سے کہا: ''اگر تو فلاں کام کرے تو تجھے طلاق۔'' ابھی اس نے وہ کام نہیں کیا تھا کہ اس نے ایک فوری طلاق دے دی اور کچھ مدت بعد پھر اس عورت سے نکاح کیا اور اس نکاح کے بعد اس نے وہی کام کیا تو طلاق واقع ہو گئی اور اگر طلاق پانے کے بعد عدت کے اندر اس نے وہی کام کیا تب بھی دوسری طلاق ہو گئی، البتہ اگر طلاق پانے اور عدت گزر جانے کے بعد اس نکاح سے پہلے اس نے وہی کام کر لیا اور پھر دونوں کا نکاح ہو گیا تو اس نکاح کے بعد اب وہ کام کرنے سے طلاق نہیں ہو گی۔

مسئلہ (۳۱): کسی نے اپنی بیوی سے کہا: ''اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق۔'' اس کے بعد اس نے خون دیکھا تو ابھی سے طلاق واقع نہ ہو گی بلکہ جب پورے تین دن تین رات خون آتا رہے تو اس کے بعد یہ حکم لگایا جائے گا کہ جس وقت سے خون آیا تھا اسی وقت طلاق ہو گئی تھی اور اگر یوں کہا: ''جب تجھے ایک حیض آئے یا پورا حیض تو تجھے طلاق'' تو حیض کے ختم ہونے پر طلاق واقع ہو گی۔

مسئلہ (۳۲): اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: ''اگر تو روزہ رکھے تو تجھے طلاق'' تو روزہ رکھتے ہی فوراً طلاق ہو جائے گی، البتہ اگر یوں کہا: ''اگر تو ایک روزہ رکھے یا پورا دن روزہ رکھے تو تجھے طلاق'' تو روزہ کے مکمل ہونے پر طلاق واقع ہو گی، اگر روزہ توڑ دے تو طلاق نہ ہو گی۔

مسئلہ (۳۳): عورت نے گھر سے باہر جانے کا ارادہ کیا، مرد نے کہا: ابھی مت جاؤ'' عورت نہ مانی، اس پر مرد نے کہا: ''اگر تو باہر جائے تو تجھے طلاق'' تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر فوراً باہر جائے گی تو طلاق ہو جائے گی اور اگر فوراً نہ گئی، کچھ دیر بعد گئی تو طلاق نہیں ہو گی، کیوں کہ اس کا مطلب یہی تھا کہ ابھی مت جاؤ، بعد میں جانا، یہ مطلب نہیں تھا کہ عمر بھر کبھی نہیں جانا۔

مسئلہ (۳۴): کسی نے یوں کہا: جس دن تجھ سے نکاح کروں، تجھ کو طلاق'' پھر رات کے وقت نکاح کیا تب بھی طلاق پڑ گئی، کیوں کہ بول چال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت

تجھ سے نکاح کروں تجھے طلاق ہے۔

مسئلہ (۳۵): بیماری کی حالت میں کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر عورت کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ اسی بیماری میں مرگیا تو شوہر کے مال میں سے بیوی کا جتنا حصہ ہوتا ہے اتنا اس عورت کو بھی ملے گا، چاہے ایک طلاق دی ہو یا دو تین اور چاہے طلاقِ رجعی دی ہو یا بائن، سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اگر عدت ختم ہونے کے بعد مرا تو عورت میراث میں حصہ دار نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر مرد اسی بیماری میں نہیں مرا، بلکہ تندرست ہوگیا، پھر بیمار ہوگیا تب بھی عورت حصہ نہیں پائے گی، چاہے عدت ختم ہوچکی ہو یا نہ ختم ہوئی ہو۔

مسئلہ (۳۶): عورت نے طلاق مانگی تھی، اس لیے مرد نے طلاق دے دی، تب بھی عورت میراث کی مستحق نہیں، چاہے شوہر عدت کے اندر انتقال کرے یا عدت کے بعد، دونوں کا ایک ہی حکم ہے، البتہ اگر طلاقِ رجعی ہو اور عدت کے اندر انتقال کر جائے تو میراث پائے گی۔

بیمار کی طلاق

مسئلہ (۳۷): بیماری کی حالت میں عورت سے کہا: ''اگر تو گھر سے باہر جائے تو تجھے بائن طلاق ہے،'' پھر عورت باہر گئی اور طلاقِ بائن پڑ گئی تو اس صورت میں حصہ نہیں پائے گی، کیوں کہ اس نے خود ایسا کام کیا جس سے طلاق پڑی اور اگر یوں کہا: ''اگر تو کھانا کھائے تو تجھ کو طلاق بائن ہے'' یا یوں کہا: اگر تو نماز پڑھے تو تجھے طلاقِ بائن ہے،'' ایسی صورت میں اگر وہ عدت کے اندر مر جائے گا تو عورت کو حصہ ملے گا، کیوں کہ عورت کے اختیار سے طلاق نہیں پڑی، کھانا کھانا اور نماز پڑھنا تو ضروری ہے، اس کو چھوڑ نہیں سکتی تھی اور اگر طلاقِ رجعی دی ہو تو پہلی صورت میں بھی (یعنی جب غیر ضروری کام کیا) عدت کے اندر اندر مرنے سے حصہ پائے گی۔ غرض یہ کہ طلاقِ رجعی میں بہر حال حصہ ملتا ہے، بشرطیکہ عدت کے اندر فوت ہوا ہو۔

مسئلہ (۳۸): کسی تندرست آدمی نے اپنی بیوی سے کہا: جب تو گھر سے باہر نکلے تو تجھے طلاقِ بائن'' پھر جس وقت وہ گھر سے باہر نکلی، اس وقت وہ بیمار تھا اور اسی بیماری میں عدت

کے اندر مر گیا تب بھی عورت حصہ نہیں پائے گی، (کیوں کہ عورت کے ایسے فعل سے طلاق پڑی جو ضروری نہ تھا اس لیے کہ یہاں وہ صورت مراد ہے جس میں عورت گھر سے نکلنے پر مجبور نہیں تھی گویا عورت نے خود طلاق کو اختیار کیا)

مسئلہ (۳۹): تندرستی کے زمانہ میں کہا: ''جب تیرا باپ آئے تو تجھے بائن طلاق'' جب وہ آیا تو اس وقت وہ مرد بیمار تھا اور اسی بیماری میں مرگیا تو حصہ نہیں پائے گی اور اگر بیماری کی حالت میں یہ کہا ہو اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مرگیا ہو تو حصہ پائے گی۔ (کیوں کہ پہلی صورت میں شوہر کی طرف سے بیوی کو میراث سے محروم کرنے کا قصد نہیں پایا گیا، اس لیے کہ حالتِ صحت میں شوہر کے مال میں بیوی کا حق متعلق نہیں ہوتا، دوسری صورت میں بیوی کا حق متعلق ہوگیا شوہر نے اس کو محروم کرنے کی کوشش کی لہٰذا عورت محروم نہیں ہوگی۔)

طلاق رجعی کے بعد رجوع

مسئلہ (۴۰): جب کسی نے ایک یا دو رجعی طلاقیں دیں تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے مرد کو اختیار ہے کہ اس سے رجوع کرے، اس صورت میں دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، عورت چاہے راضی ہو یا راضی نہ ہو، اس کو اختیار نہیں اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو اس کا حکم پہلے بیان ہوچکا ہے، اس میں رجوع کا اختیار نہیں۔

مسئلہ (۴۱): رجوع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو صاف صاف زبان سے کہہ دے کہ میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں یا عورت سے نہیں کہا کسی اور سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا، بس اتنا کہہ دینے سے وہ دوبارہ اس کی بیوی ہوگئی۔

مسئلہ (۴۲): رجوع کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ زبان سے تو کچھ نہیں کہا، لیکن عورت سے صحبت کر لی یا اس کا بوسہ لیا، پیار کیا یا شہوت کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو ان سب صورتوں میں پھر وہ اس کی بیوی بن گئی، دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ (۴۳): جب طلاق سے رجوع کرنے کا ارادہ ہو تو بہتر ہے کہ دو چار لوگوں کو گواہ

بنالے، کیوں کہ شاید کبھی کوئی اختلاف یا تنازع پیش آئے تو کوئی انکار نہ کرسکے۔ اگر کسی کو گواہ نہ بنایا، تب بھی رجوع صحیح ہے۔

مسئلہ (۴۴): اگر عورت کی عدت گذر گئی تو اس کے بعد رجوع نہیں کرسکتا، اب اگر عورت راضی ہو تو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا، نکاح کئے بغیر عورت کو نہیں رکھ سکتا۔ اگر شوہر رکھے بھی تو عورت کے لیے اس کے پاس رہنا درست نہیں۔

مسئلہ (۴۵): جس عورت کو حیض آتا ہو اس کے لیے طلاق کی عدت تین حیض ہیں۔ جب تین حیض پورے ہوجائیں تو عدت گزر جائے گی، پھر اگر تیسرا حیض پورے دس دن آیا ہے تب تو جس وقت خون بند ہوا اور دس دن پورے ہوئے اس وقت عدت ختم ہوگئی اور رجوع کرنے کا جو اختیار مرد کو تھا وہ ختم ہوگیا، چاہے عورت نہا چکی ہو یا ابھی تک نہ نہائی ہو اور اگر تیسرا حیض دس دن سے کم آیا اور خون بند ہوگیا، لیکن ابھی عورت نے غسل نہیں کیا اور نہ کوئی نماز اس کے اوپر واجب ہوئی تو اب بھی مرد کا اختیار باقی ہے، البتہ اگر خون بند ہونے پر اس نے غسل کرلیا یا غسل تو نہیں کیا، لیکن ایک نماز کا وقت گزر گیا، یعنی ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہوگئی، ان دونوں صورتوں میں مرد کا اختیار ختم ہوگیا۔ اب نکاح کیے بغیر عورت کو نہیں رکھ سکتا۔

مسئلہ (۴۶): جس عورت سے ابھی صحبت نہ کی ہو، اگر چہ تنہائی ہوچکی ہو، اس کو ایک طلاق دینے سے رجوع کا اختیار نہیں رہتا، کیوں کہ اس کو جو طلاق دی جائے گی وہ طلاقِ بائن ہوگی جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔

مسئلہ (۴۷): اگر دونوں ایک جگہ تنہائی میں تو رہے لیکن مرد کہتا ہے کہ میں نے صحبت نہیں کی، پھر اس اقرار کے بعد طلاق دے دی تو رجوع کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ (۴۸): جس عورت کو ایک یا دو رجعی طلاق ملی ہوں، جس میں مرد کو طلاق سے رجوع کا اختیار رہتا ہے، ایسی عورت کے لیے مناسب ہے کہ خوب بناؤ سنگار کرکے رہا کرے، شاید مرد کا دل اس کی طرف راغب ہو اور رجوع کرلے۔ اگر مرد کا ارادہ رجوع کرنے کا نہ ہو تو اس کے لیے مناسب ہے کہ جب گھر میں آئے تو کھانس کھنکار کر آئے تاکہ وہ اپنا بدن اگر کچھ

کھلا ہوا ہو تو چھپالے اور کسی بے موقع جگہ نگاہ نہ پڑے اور جب عدت پوری ہوجائے تو عورت کہیں اور جا کر رہے۔

مسئلہ (۴۹): جس عورت کو ایک یا دو بائن طلاقیں دے دیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے بعد نکاح کرے، عدت کے اندر نکاح درست نہیں اور خود اسی شوہر سے نکاح کرنا ہو تو عدت کے اندر بھی ہوسکتا ہے۔

تحریری طلاق

طلاق لکھ کر دینے سے بھی ہوجاتی ہے، اسی طرح طلاق نامہ پر دستخط کردینے اور انگوٹھا لگانے سے بھی واقع ہوجاتی ہے

غصہ میں طلاق

غصہ کے تین درجات ہیں:

(۱) ابتدائی درجہ یہ ہے کہ اس میں عقل کے اندر کوئی تغیر اور فتور نہیں آتا، جو کچھ کہتا ہے اپنے ارادہ سے کہتا ہے اور اس کو سمجھتا ہے، اس صورت میں اس کی باتیں عام لوگوں کی باتوں کی طرح شرعاً معتبر ہیں اور اس کی طلاق واقع اور نافذ ہوگی۔

(۲) اعلیٰ اور انتہائی درجہ یہ ہے کہ غصہ اس حد تک پہنچ جائے کہ اسے اپنے اقوال وافعال کی کوئی خبر نہ رہے۔ یہ صورت بے ہوشی اور جنون کی طرح ہے۔ ایسے شخص کے اقوال وافعال معتبر نہیں اور اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۳) درمیانی درجہ یہ ہے کہ مجنون کی طرح تو نہیں ہوا، مگر پہلے درجہ سے بڑھ گیا اور حالت یہ ہوگئی کہ بغیر ارادہ منہ سے الٹی سیدھی باتیں نکلتی ہیں، لیکن جو کچھ بولتا ہے اس کا اسے علم و شعور ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کے اقوال وافعال پہلی صورت کی طرح نافذ و معتبر ہیں اور

اس کی طلاق بھی واقع اور نافذ ہے۔

جبراً طلاق لکھوانا

جبراً طلاق لکھوانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح جبراً طلاق نامہ پر دستخط کروانے یا انگوٹھا لگوانے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

خلع

مسئلہ(۱): اگر میاں بیوی میں کسی طرح نباہ نہ ہوسکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کے لیے جائز ہے کہ کچھ مال دے کر یا اپنا مہر دے کر مرد سے کہے: ''اتنا روپیہ لے کر میری جان چھوڑ دو'' یا یوں کہے: ''جو میرا مہر تیرے ذمہ ہے اس کے عوض میری جان چھوڑ دو'' اس کے جواب میں مرد کہے ''میں نے چھوڑ دیا'' تو اس سے عورت پر ایک طلاقِ بائن پڑ گئی۔ مرد کو اس میں رجوع کا اختیار نہیں، البتہ اگر مرد نے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے جواب نہیں دیا بلکہ اس جگہ سے اٹھ گیا یا مرد تو نہیں اٹھا، عورت اٹھ گئی، پھر مرد نے کہا اچھا میں نے چھوڑ دیا تو اس سے کچھ نہیں ہوا، جواب اور سوال دونوں ایک ہی جگہ ہونے چاہئیں، اس طرح نکاح ختم کر کے جان چھڑانے کو ''خلع'' کہتے ہیں۔

مسئلہ(۲): مرد نے کہا: ''میں نے تجھ سے خلع کیا'' عورت نے کہا: ''میں نے قبول کیا'' تو خلع ہو گیا، البتہ اگر عورت نے اسی جگہ جواب نہ دیا اور وہاں سے اٹھ گئی یا عورت نے قبول ہی نہ کیا تو خلع نہیں ہوا، لیکن عورت اگر اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد یہ کہہ کر اٹھ گیا اور عورت نے اس کے اٹھنے کے بعد قبول کیا تو خلع ہو گیا۔

مسئلہ(۳): مرد نے صرف اتنا کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اور عورت نے قبول کر لیا، روپئے پیسے کا ذکر نہ مرد نے کیا نہ عورت نے، تب بھی جو حق مرد کا عورت پر اور جو حق عورت کا مرد پر ہے، سب معاف ہو گیا، اگر مرد کے ذمے مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف ہو گیا اور عورت مہر حاصل کر چکی ہے تو اس کا واپس کرنا واجب نہیں، البتہ عدت کے ختم ہونے تک روٹی، کپڑا اور رہنے کا گھر دینا پڑے گا، لیکن اگر عورت نے کہہ دیا کہ عدت کا روٹی، کپڑا اور رہنے کا گھر بھی تجھ سے نہیں لوں گی تو وہ بھی معاف ہو گیا۔

مسئلہ(۴): اگر اس کے ساتھ کچھ مال کا ذکر بھی کردیا، جیسے یوں کہا: ’’سو روپے کے عوض میں نے تجھ سے خلع کیا‘‘، پھر عورت نے قبول کرلیا تو خلع ہوگیا، اب عورت کے ذمے سو روپے دینے واجب ہوگئے۔ اپنا مہر لے چکی تب بھی سو روپے دینے پڑیں گے اور اگر مہر ابھی تک نہ لیا ہو تب بھی دینے پڑیں گے، اور مہر بھی نہیں ملے گا کیوں کہ وہ خلع کی وجہ سے معاف ہوگیا۔

مسئلہ(۵): خلع میں اگر مرد کا قصور ہو تو مرد کے لیے روپیہ اور مال لینا یا جو مہر مرد کے ذمے ہے اس کے عوض میں خلع کرنا بڑا گناہ اور حرام ہے، اگر کچھ مال لے لیا تو اس کو اپنے خرچ میں لانا بھی حرام ہے اور اگر عورت ہی کا قصور ہو تو جتنا مہر دیا ہے اس سے زیادہ مال نہیں لینا چاہیے، مہر ہی کے عوض میں خلع کرلے۔ اگر مہر سے زیادہ لے لیا تو بھی نامناسب تو ہوا لیکن گناہ نہیں۔

مسئلہ(۶): عورت خلع کرنے پر راضی نہیں تھی مرد نے اس پر زبردستی کی اور خلع کرنے پر مجبور کیا یعنی مار پیٹ کر، دھمکا کر خلع کیا تو طلاق ہوگئی، لیکن مال عورت پر واجب نہیں ہوا اور اگر مرد کے ذمے مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔

مسئلہ(۷): یہ سب باتیں اس وقت ہیں جب خلع کا لفظ کہا ہو یا یوں کہا: ’’سو روپے پر یا ہزار روپے کے عوض میں میری جان چھوڑ دے‘‘ یا یوں کہا: ’’میرے مہر کے عوض میں مجھے چھوڑ دے‘‘ اور اگر اس طرح نہیں کہا بلکہ طلاق کا لفظ کہا، جیسے یوں کہے: سو روپے کے عوض میں مجھے طلاق دے دے تو اس کو خلع نہیں کہیں گے۔ اگر مرد نے اس مال کے عوض طلاق دے دی تو ایک طلاقِ بائن پڑ گئی اور اس میں کوئی حق معاف نہیں ہوا، نہ وہ حق معاف ہوئے جو مرد کے اوپر ہیں اور نہ وہ جو عورت کے اوپر ہیں۔ مرد نے اگر مہر نہ دیا ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہوا، عورت اس کی دعویدار ہوسکتی ہے اور مرد یہ سو روپے عورت سے لے لے گا۔

مسئلہ(۸): مرد نے کہا میں نے سو روپے کے بدلے طلاق دی تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے، اگر قبول نہ کرے تو نہیں پڑے گی اور اگر قبول کرلے تو ایک طلاقِ بائن پڑے گی لیکن جس جگہ مرد کی یہ پیش کش سنی تھی اگر وہ جگہ بدل جانے کے بعد قبول کیا تو طلاق نہیں پڑی۔

مسئلہ(۹): عورت نے کہا مجھے طلاق دے دو، مرد نے کہا تو اپنا مہر وغیرہ، اپنے سب حق

معاف کردے تو طلاق دے دوں گا۔ اس پر عورت نے کہا: ’’اچھا میں نے معاف کیا‘‘، اس کے بعد مرد نے طلاق نہیں دی تو کچھ معاف نہیں ہوا اور اگر اسی مجلس میں طلاق دے دی تو معاف ہوگیا۔

مسئلہ(۱۰): عورت نے کہا: ’’تین سو روپے کے بدلے مجھے تین طلاقیں دے دو‘‘، اس پر مرد نے ایک ہی طلاق دی تو صرف ایک سو روپے مرد کو ملیں گے اور اگر دو طلاقیں دیں تو دو سو روپے اور اگر تین دے دیں تو پورے تین سو روپے عورت سے دلائے جائیں گے اور سب صورتوں میں طلاقِ بائن ہوجائے گی، کیوں کہ طلاق مال کے بدلے میں ہے۔

مسئلہ(۱۱): نابالغ لڑکا اور پاگل آدمی اپنی بیوی سے خلع نہیں کرسکتا۔

عدت کا بیان

مسئلہ(۱): جب کسی عورت کا شوہر طلاق دیدے یا خلع وغیرہ سے نکاح ختم ہوجائے یا شوہر مرجائے تو ان سب صورتوں میں کچھ مدت تک عورت کو ایک ہی گھر میں رہنا پڑتا ہے، جب تک یہ مدت ختم نہ ہوجائے اس وقت تک کہیں اور نہیں جاسکتی اور نہ ہی کسی اور مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔ جب وہ مدت پوری ہوجائے تو جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ اس طرح یہ مدت گزارنے کو ''عدت،، کہتے ہیں۔

مسئلہ(۲): اگر شوہر نے طلاق دے دی تو تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر جس میں طلاق دی ہے بیٹھی رہے۔ اس گھر سے باہر نہ نکلے، نہ دن کو نہ رات کو، نہ کسی دوسرے سے نکاح کرے۔ جب پورے تین حیض ختم ہوگئے تو عدت پوری ہوگئی اور گھر سے نکلنے اور نکاح کرنے کی پابندی ختم ہوگئی۔ مرد نے چاہے ایک طلاق دی ہو یا دو تین طلاقیں دی ہوں اور طلاق بائن دی ہو یا رجعی، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ(۳): اگر چھوٹی لڑکی کو طلاق ہوگئی جس کو ابھی حیض نہیں آتا یا اتنی بڑھیا ہے کہ اب حیض آنا بند ہوگیا ہے، ان دونوں کی عدت تین مہینے ہے۔

مسئلہ(۴): کسی لڑکی کو طلاق ہوگئی اور اس نے مہینوں کے حساب سے عدت شروع کی، پھر عدت کے اندر ہی ایک یا دو مہینہ کے بعد حیض آگیا تو اب پورے تین حیض آنے تک عدت گزارے، جب تک تین حیض پورے نہ ہوں عدت ختم نہیں ہوگی۔

مسئلہ(۵): اگر کسی کو حمل ہے اور اسی زمانہ میں طلاق ہوگئی تو بچہ پیدا ہونے تک بیٹھی رہے، یہی اس کی عدت ہے۔ جب بچہ پیدا ہوگا تو عدت ختم ہوگی۔ طلاق کے بعد تھوڑی ہی دیر

میں اگر بچہ پیدا ہوگیا تب بھی عدت ختم ہوگئی۔

مسئلہ(۶): اگر کسی نے حیض کے زمانہ میں طلاق دے دی تو جس حیض میں طلاق دی ہے وہ شمار نہیں ہوگا اس کے علاوہ تین حیض پورے کرے۔

مسئلہ(۷): طلاق کی عدت اسی عورت پر ہے جس کو صحبت کے بعد طلاق ہوئی ہو یا صحبت تو ابھی نہیں ہوئی مگر میاں بیوی میں تنہائی ہوچکی ہے تب طلاق ہوئی، چاہے ایسی تنہائی ہوئی ہو جس سے پورا مہر دلایا جاتا ہے یا ایسی تنہائی ہو جس سے پورا مہر واجب نہیں ہوتا، بہرحال عدت گزارنا واجب ہے اور اگر ابھی بالکل کسی قسم کی تنہائی نہیں ہونے پائی تھی کہ طلاق ہوگئی تو ایسی عورت پر عدت نہیں۔

مسئلہ(۸): کسی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر غلطی سے صحبت کرلی، پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کی بیوی نہیں تھی تو اس عورت پر بھی عدت لازم ہوگی، جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک اپنے شوہر کو بھی صحبت نہ کرنے دے، ورنہ دونوں پر گناہ ہوگا۔ اس کی عدت بھی وہی ہے جو ابھی بیان ہوئی، اگر اسی دن حمل ہوگیا تو بچہ ہونے تک انتظار کرے اور عدت گزارے، یہ بچہ ناجائز نہیں، اس کا نسب ٹھیک ہے، جس نے غلطی سے صحبت کی ہے اسی کا بچہ ہے۔

مسئلہ(۹): کسی نے نکاح فاسد کیا مثلاً: کسی عورت سے نکاح کیا، پھر معلوم ہوا کہ اس کا شوہر ابھی زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی یا معلوم ہوا کہ اس مرد وعورت نے بچپن میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے اس سے صحبت کرلی، پھر صورت حال معلوم ہونے کے بعد جدائی ہوگئی تو بھی عدت گزارنا ہوگی۔ جس وقت مرد نے توبہ کرکے جدائی اختیار کی اسی وقت سے عدت شروع ہوگئی اور اگر ابھی صحبت نہیں ہوئی تھی تو عدت واجب نہیں بلکہ ایسی عورت سے اگر تنہائی بھی ہوچکی ہو تب بھی عدت واجب نہیں، عدت اسی وقت واجب ہوتی ہے جب صحبت ہوچکی ہو۔

مسئلہ(۱۰): عدت کے اندر کھانا پینا، کپڑا اسی مرد کے ذمہ واجب ہے جس نے طلاق دی۔

مسئلہ(۱۱): کسی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی یا تین طلاقیں دے دیں، پھر عدت

کے اندر غلطی سے اس سے صحبت کر لی تو اس صحبت کی وجہ سے ایک اور عدت واجب ہوگئی، اب تین حیض اور پورے کرے، جب تین حیض گزر جائیں گے تو دونوں عدتیں ختم ہو جائیں گی۔

مسئلہ (۱۲): مرد نے طلاق بائن دی ہے اور جس گھر میں عورت عدت گزار رہی ہے مرد بھی اسی میں رہتا ہے تو خوب اچھی طرح پردے کا اہتمام کرے۔

موت کی عدت

مسئلہ (۱۳): کسی کا شوہر مر گیا تو وہ چار مہینے اور دس دن تک عدت گزارے، شوہر کے مرتے وقت جس گھر میں رہتی تھی اسی گھر میں رہنا چاہیے، باہر نکلنا درست نہیں، البتہ اگر کوئی غریب عورت ہے جس کے پاس گزارے کے جتنا بھی خرچ نہیں اس نے کھانا پکانے وغیرہ کی نوکری کر لی تو اس کے لئے گھر سے باہر نکلنا درست ہے، لیکن رات کو اپنے گھر ہی میں رہا کرے، چاہے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے کسی قسم کی تنہائی ہوئی ہو یا نہ اور چاہے حیض آتا ہو یا نہ، سب کا ایک ہی حکم ہے کہ چار مہینے دس دن عدت گذارنا چاہیے، البتہ اگر وہ عورت حاملہ تھی، اس حالت میں شوہر کی وفات ہوئی تو بچہ پیدا ہونے تک عدت گزارے، اب مہینوں کا اعتبار نہیں، اگر شوہر کے مرنے سے کچھ ہی دیر بعد بچہ پیدا ہو گیا تو بھی عدت ختم ہوگئی۔

مسئلہ (۱۴): پورے گھر میں جہاں جی چاہے رہے۔ یہ جو رواج ہے کہ ایک خاص جگہ مقرر کر کے رہتی ہیں کہ غمزدہ کی چارپائی اور خود غمزدہ وہاں سے ہل نہیں پاتی، یہ بالکل مہمل اور فضول بات ہے، اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔

مسئلہ (۱۵): اگر کسی کا شوہر چاند کی پہلی تاریخ کو فوت ہوا اور عورت کو حمل نہیں تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرے اور اگر پہلی تاریخ کو فوت نہیں ہوا تو ہر مہینہ تیس تیس دن کا شمار کر کے چار مہینے دس دن پورے کرنے چاہئیں اور طلاق کی عدت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر حیض نہیں آتا، نہ حمل ہے اور چاند کی پہلی تاریخ کو طلاق ہوگئی تو چاند کے حساب سے تین مہینے پورے کر لے، چاہے انتیس کا چاند ہو یا تیس کا اور اگر پہلی تاریخ کو طلاق نہیں ہوئی تو ہر

مہینہ تیس تیس دن کا لگا کر تین مہینے پورے کرے۔

مسئلہ (۱۶): کسی نے نکاح فاسد کیا تھا، مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا، یا بیوی نکاح میں تھی اور اس کی بہن سے نکاح کر لیا، پھر وہ شوہر مر گیا تو ایسی عورت جس کا نکاح صحیح نہیں ہوا، مرد کے مرنے پر چار مہینے دس دن عدت نہ گزارے، بلکہ تین حیض تک عدت گزارے، حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے گزارے اور حمل سے ہو تو بچہ پیدا ہونے تک عدت گزارے۔

مسئلہ (۱۷): کسی نے اپنی بیماری میں طلاقِ بائن دے دی اور طلاق کی عدت ابھی پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ وہ مر گیا تو دیکھا جائے کہ طلاق کی عدت گزارنے میں زیادہ دن لگیں گے یا موت کی عدت پوری کرنے میں؟ جس عدت میں زیادہ دن لگیں گے وہ عدت پوری کرے اور اگر بیماری میں طلاق رجعی دی ہے اور ابھی طلاق کی عدت نہیں گزری تھی کہ شوہر مر گیا تو اس عورت پر وفات کی عدت لازم ہے۔

مسئلہ (۱۸): کسی کا شوہر مر گیا مگر اس کو خبر نہیں ملی، چار مہینے دس دن گزر جانے کے بعد خبر آئی تو اس کی عدت پوری ہو چکی، جب سے خبر ملی ہے تب سے عدت گزارنا ضروری نہیں، اسی طرح اگر شوہر نے طلاق دے دی مگر عورت کو پتہ نہیں چلا، کچھ دنوں کے بعد خبر ملی اور جتنی عدت اس کے ذمہ تھی وہ خبر ملنے سے پہلے ہی گزر چکی تھی تو اس کی بھی عدت پوری ہوگئی، خبر ملنے کے بعد عدت گزارنا واجب نہیں۔

مسئلہ (۱۹): کسی کام کے لیے گھر سے باہر گئی تھی کہ اچانک اس کا شوہر مر گیا تو فوراً وہاں سے چلی آئے اور جس گھر میں رہتی تھی وہیں رہے۔

مسئلہ (۲۰): وفات کی عدت میں عورت کو روٹی، کپڑا نہیں دلایا جائے گا۔ اپنے پاس سے خرچ کرے۔

مسئلہ (۲۱): بعض جگہ دستور ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد سال بھر تک عدت کے طور پر بیٹھی رہتی ہے، یہ بالکل حرام ہے۔

عدت کے دوران سوگ

مسئلہ (۲۲): جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہے اس کی عدت تو صرف یہی ہے کہ اتنی مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ اس کے لیے بناؤ سنگار وغیرہ درست ہے اور جس کو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاق بائن ملی یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر فوت ہو گیا، ان سب صورتوں کا حکم یہ ہے کہ جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے، نہ دوسرا نکاح کرے، نہ بناؤ سنگار کرے، یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔ اس سنگار نہ کرنے کو ''سوگ،، (عدت گذارنا) کہتے ہیں۔

مسئلہ (۲۳): جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا، زیور پہننا، پھول پہننا، سرمہ لگانا، پان کھا کر منھ لال کرنا، مسی ملنا، سر میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا، مہندی لگانا، اچھے کپڑے پہننا، ریشمی اور رنگے ہوئے بھڑ کیلے کپڑے پہننا، یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں، البتہ اگر بھڑ کیلے نہ ہوں تو درست ہے، چاہے جیسا رنگ ہو، مطلب یہ ہے کہ زیب وزینت کا کپڑا نہ ہو۔

مسئلہ (۲۴): سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو جس تیل میں خوشبو نہ ہو وہ ڈالنا درست ہے۔ اسی طرح ضرورت کے وقت بطور دوا کے سرمہ لگانا بھی درست ہے لیکن رات کو لگا کر دن کو صاف کر لے۔ سر دھونا اور نہانا بھی درست ہے، ضرورت کے وقت کنگھی کرنا بھی درست ہے لیکن باریک کنگھی سے کنگھی نہ کرے جس میں بال چکنے ہو جاتے ہیں بلکہ موٹے دندانے والی کنگھی کرے تاکہ خوبصورتی نہ آنے پائے۔

مسئلہ (۲۵): سوگ کرنا اس عورت پر واجب ہے جو بالغ ہو، نابالغ لڑکی پر واجب نہیں، اس کے لیے یہ سب باتیں درست ہیں، البتہ گھر سے نکلنا اور دوسرا نکاح کرنا اس کے لیے بھی درست نہیں۔

مسئلہ (۲۶): جس کا نکاح صحیح نہیں ہوا تھا وہ توڑ دیا گیا یا مرد مر گیا تو ایسی عورت پر بھی سوگ کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ (۲۷): شوہر کے علاوہ کسی اور کے مرنے پر سوگ کرنا درست نہیں، البتہ اگر شوہر منع نہ کرے تو اپنے عزیز اور رشتہ دار کے مرنے پر بھی تین دن تک بناؤ سنگار چھوڑ دینا درست ہے، اس سے زیادہ بالکل حرام ہے اور اگر شوہر منع کرے تو تین دن بھی نہ چھوڑے۔

سفر میں عدت شروع ہو جانا

اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ شوہر کے آبائی شہر کے علاوہ کسی دوسری جگہ مقیم ہو اور شوہر کا وہیں انتقال ہو جائے تو اگر شوہر کا آبائی شہر جائے اقامت سے مسافتِ سفر سے کم ہو تو بیوی وہاں آ کر عدت گزارے اور اگر مسافت سفر سے زیادہ ہو تو جائے اقامت ہی میں عدت پوری کرے۔

عدت کے دوران سفر کرنا

شوہر کی وفات کے وقت عورت جس گھر میں رہائش پذیر ہو، شدید مجبوری کے بغیر اس گھر سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اپنے معاشی انتظام کے لئے عورت دن میں یا رات کے کچھ حصہ میں اپنے گھر سے نکل سکتی ہے، مگر اس کے لئے سفر شرعی کی مقدار (۷۸ کلومیٹر) تک دور جانا جائز نہیں۔

عدت میں سفرِ حج

عدت کے اندر سفر کرنا جائز نہیں، چاہے حج کا سفر ہو یا کسی اور مقصد کے لئے۔

عدت میں علاج کے لئے نکلنا

علاج معالجہ کے لئے نکلنا جائز ہے، کیونکہ یہ ضرورت میں داخل ہے۔

پرورش کا حق

مسئلہ(۱): میاں بیوی میں جدائی ہوگئی اور عورت کی گود میں بچہ ہے تو اس کی پرورش کا حق ماں کو ہے، باپ اس کو نہیں چھین سکتا، لیکن بچہ کا سارا خرچ باپ ہی کو دینا پڑے گا۔ اگر ماں خود پرورش نہ کرے، باپ کے حوالے کر دے تو باپ کو لینا پڑے گا، عورت کو زبردستی نہیں دے سکتا۔

مسئلہ(۲): اگر ماں نہ ہو یا ہو لیکن اس نے بچہ کو لینے سے انکار کر دیا تو پرورش کا حق نانی اور پرنانی کو ہے ان کے بعد دادی اور پردادی۔ یہ بھی نہ ہوں تو سگی بہنوں کا حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کی پرورش کریں، سگی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی بہنیں۔ ماں شریک بہنوں کا حق باپ شریک بہنوں سے پہلے ہے، پھر خالہ، پھر پھوپی کا۔

مسئلہ(۳): اگر ماں نے کسی ایسے مرد سے نکاح کر لیا جو بچہ کا محرم رشتہ دار نہیں تو اب اس کو بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا، البتہ اگر بچہ کے محرم رشتہ دار سے نکاح کیا، جیسے: اس کے چچا سے نکاح کر لیا یا ایسا ہی کوئی اور رشتہ ہو تو ماں کا حق باقی ہے، ماں کے سوا کوئی اور عورت جیسے بہن، خالہ وغیرہ کسی غیر محرم مرد سے نکاح کر لے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اب اس کو بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا۔

مسئلہ(۴): عورت کا حق بچہ کے غیر محرم سے نکاح کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا لیکن پھر اس مرد نے طلاق دی یا انتقال کر گیا تو اب پھر اس کا حق لوٹ آئے گا اور بچہ اس کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

مسئلہ(۵): بچہ کے رشتہ داروں میں سے اگر کوئی عورت بچہ کی پرورش کے لئے نہ ملے تو پھر باپ زیادہ مستحق ہے، پھر دادا وغیرہ، اسی ترتیب سے جو ہم نکاح کے ولی کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں لیکن اگر نامحرم رشتہ دار ہو اور بچہ اسے دینے میں آئندہ چل کر کسی خرابی کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ایسے شخص کے سپرد کریں گے جس پر ہر طرح سے اطمینان ہو۔

پرورش کی مدت

مسئلہ(۶): لڑکا جب تک سات سال کا نہ ہو تب تک اس کی پرورش کا حق رہتا ہے، جب سات سال کا ہو گیا تو اب باپ اس کو زبردستی لے سکتا ہے اور لڑکی کی پرورش کا حق نو سال تک رہتا ہے۔ جب نو سال کی ہو گئی تو باپ لے سکتا ہے۔

نفقہ کا بیان

(خوراک، پوشاک، رہائش)

مسئلہ (۱): بیوی کا نان نفقہ (روٹی، کپڑا) شوہر کے ذمہ واجب ہے، عورت چاہے کتنی مالدار ہو مگر خرچ مرد ہی کے ذمہ ہے اور رہنے کے لئے گھر دینا بھی مرد کے ذمہ ہے۔

مسئلہ (۲): نکاح ہو گیا، لیکن رخصتی نہیں ہوئی، تب بھی عورت نفقہ کی حقدار ہے، البتہ اگر مرد نے رخصتی کرانا چاہا پھر بھی رخصتی نہیں ہوئی تو نفقہ کی حقدار نہیں۔

مسئلہ (۳): جتنا مہر (رخصتی سے) پہلے دینے کا رواج ہے وہ مرد نے نہیں دیا، اس لیے وہ مرد کے گھر نہیں جاتی، تو اس کو نان نفقہ دلایا جائے گا اور اگر بلا وجہ مرد کے گھر نہ جاتی ہو تو نفقہ کی حقدار نہیں، جس وقت جائے گی تب سے دلایا جائے گا۔

مسئلہ (۴): جتنی مدت تک شوہر کی اجازت سے اپنے ماں باپ کے گھر رہے اتنی مدت کا نفقہ بھی مرد سے لے سکتی ہے۔

مسئلہ (۵): عورت بیمار ہو گئی تو بیماری کے زمانہ کے نفقہ کی حقدار ہے، چاہے مرد کے گھر میں بیمار ہو یا اپنے میکے میں، لیکن اگر بیماری کی حالت میں مرد نے بلایا، پھر بھی نہیں آئی تو اب نفقہ کی حقدار نہیں رہی اور بیماری کی حالت میں صرف نفقہ کا خرچ ملے گا۔ دوا اور علاج کا خرچہ مرد کے ذمہ واجب نہیں۔ اگر دیدے تو اس کا حسن اخلاق ہے۔

مسئلہ (۶): عورت حج کرنے گئی تو اتنے زمانہ کا نان نفقہ مرد کے ذمہ نہیں، البتہ اگر شوہر بھی ساتھ ہو تو اس زمانہ کا خرچ بھی ملے گا، لیکن روٹی کپڑے کا جتنا خرچ گھر میں ملتا تھا اتنے ہی کی مستحق ہے۔ جو کچھ زیادہ لگے وہ اپنے پاس سے خرچ کرے اور ریل، جہاز وغیرہ کا کرایہ بھی

مرد کے ذمہ نہیں۔

مسئلہ (۷): روٹی کپڑے میں دونوں کی رعایت کی جائے گی۔ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں والا ملے گا اور اگر دونوں غریب ہوں تو غریبوں کی طرح اور مرد غریب ہو اور عورت مالدار یا عورت غریب ہو، مرد مالدار تو ایسا خرچہ دے کہ مالداروں سے کم ہو اور غریبوں سے زیادہ ہو۔

مسئلہ (۸): عورت اگر بیمار ہے اور گھریلو کام نہیں کر سکتی یا ایسے بڑے گھرانے کی ہے کہ اپنے ہاتھ سے پیسنے، کوٹنے، کھانا پکانے کا کام نہیں کرتی بلکہ اس کو عیب سمجھتی ہے تو پکا پکایا کھانا دیا جائے گا اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو گھر کا سب کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا واجب ہے۔ یہ سب کام خود کرے، مرد کے ذمہ صرف اتنا ہے کہ کھانے پینے کا تمام ضروری سامان اور برتن وغیرہ لا دے، وہ اپنے ہاتھ سے پکائے اور کھائے۔

مسئلہ (۹): دائی، نرس یا لیڈی ڈاکٹر کی اجرت اس پر ہے جس نے اسے بلایا مرد نے بلایا ہو تو مرد پر عورت نے بلایا ہو تو عورت پر اور اگر بن بلائے آ گئی تو مرد پر۔

مسئلہ (۱۰): روٹی کپڑے کا خرچ ایک سال کا یا اس سے کچھ کم زیادہ پیشگی دے دیا تو اب اس میں سے کچھ لوٹایا نہیں جا سکتا۔

مسئلہ (۱۱): بیوی اتنی کم عمر ہے کہ صحبت کے قابل نہیں تو اگر مرد نے کام کاج کے لئے یا دل بہلانے کے لئے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا تو اس کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے اور اگر اپنے پاس نہیں رکھا بلکہ میکے بھیج دیا تو واجب نہیں اور اگر شوہر نابالغ ہو لیکن عورت بڑی ہے تو اسے نان نفقہ ملے گا۔

بیوی کی رہائش

مسئلہ (۱): مرد کے ذمہ یہ بھی واجب ہے کہ بیوی کے رہنے کے لئے کوئی ایسی جگہ دے جس میں شوہر کا کوئی رشتہ دار نہ رہتا ہو، بلکہ خالی ہوتا کہ میاں بیوی بالکل بے تکلفی سے رہ سکیں، البتہ اگر عورت خود سب کے ساتھ رہنا گوارا کرے تو دوسروں کے ساتھ ایک گھر میں بھی رہنا

درست ہے۔

مسئلہ (۲): گھر میں سے ایک کمرہ عورت کے لئے الگ کردے تا کہ وہ اپنا گھریلو سامان اس میں حفاظت سے رکھے اور خود اس میں رہے اور اس کا تالا چابی اپنے پاس رکھے، کسی اور کا اس میں دخل نہ ہو، صرف عورت ہی کے قبضے میں رہے تو بس حق ادا ہو گیا، عورت کو اس سے زیادہ کا حق نہیں، یہ نہیں کہہ سکتی کہ پورا گھر میرے لئے الگ کرو۔

مسئلہ (۳): جس طرح عورت کو اختیار ہے کہ اپنے لئے کوئی الگ گھر مانگے جس میں مرد کا کوئی رشتہ دار نہ رہے صرف عورت ہی کے قبضے میں رہے، اسی طرح مرد کو اختیار ہے کہ جس گھر میں عورت رہتی ہے وہاں اس کے رشتہ داروں کو نہ آنے دے، نہ ماں کو، نہ باپ کو، نہ بھائی کو، نہ کسی اور رشتہ دار کو۔

مسئلہ (۴): عورت اپنے ماں باپ کو دیکھنے کے لئے ہفتے میں ایک دفعہ جا سکتی ہے اور ماں باپ کے سوا دوسرے رشتہ داروں کے لئے سال بھر میں ایک دفعہ سے زیادہ کا اختیار نہیں۔ اسی طرح اس کے ماں باپ بھی ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ اس کے پاس آ سکتے ہیں۔ مرد کو اختیار ہے کہ اس سے زیادہ جلدی جلدی نہ آنے دے اور ماں باپ کے سوا دیگر رشتہ دار سال بھر میں صرف ایک دفعہ آ سکتے ہیں، اس سے زیادہ آنے کا اختیار نہیں، لیکن مرد کو اختیار ہے کہ زیادہ دیر نہ ٹھہرنے دے، نہ ماں باپ کو نہ کسی اور کو۔ ہاں! وہ اجازت دے اور راضی ہو تو کوئی حد مقرر نہیں۔ جب چاہیں آ جا سکتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ رشتہ داروں سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور جو ایسے نہ ہوں وہ اجنبی ہیں۔

مسئلہ (۵): اگر باپ بہت زیادہ بیمار ہے اور اس کی کوئی خبر لینے والا نہیں تو ضرورت کے مطابق وہاں روز جایا کرے۔ اگر باپ بے دین یا کافر ہو تب بھی یہی حکم ہے بلکہ اگر شوہر منع بھی کرے تب بھی جانا چاہئے، لیکن شوہر کے منع کرنے پر جانے سے نان نفقہ کا حق نہیں رہے گا۔

مسئلہ (۶): غیر لوگوں کے گھر نہیں جانا چاہئے، اگر شادی بیاہ وغیرہ کی کوئی مروّجہ محفل ہو (جس میں گناہ کے کام ہوتے ہیں) اور شوہر اجازت بھی دے دے تو بھی جانا درست نہیں۔

شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا بلکہ (غیر شرعی امور پر مشتمل) تقریبات کے دوران اپنے محرم رشتہ دار کے یہاں جانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ (۷): جس عورت کو طلاق مل گئی وہ بھی عدت پوری ہونے تک روٹی کپڑے اور رہنے کے گھر کی مستحق ہے، البتہ جس کا خاوند مر گیا اس کو روٹی کپڑا اور گھر ملنے کا حق نہیں، مگر اس کو میراث سے حصہ ملے گا۔

مسئلہ (۸): اگر نکاح عورت ہی کی وجہ سے ٹوٹا جیسے: خدانخواستہ مرتد ہو کر اسلام سے پھر گئی، اس لئے نکاح ٹوٹ گیا تو اس صورت میں عدت کے اندر اس کو روٹی کپڑا نہیں ملے گا، البتہ رہنے کا گھر ملے گا، اگر وہ خود ہی چلی جائے تو اور بات ہے، پھر نہیں دیا جائے گا۔